

صحابہ کرام کے ساتھ بغض و عناد رکھنے
والوں کے خلاف ایک نادر تحریر

حقیقت المنہج



مفت محمد عطاء الرحمن
بندر لالہ

کتب جمال گوہر نمبر



صحابہ کرام کے ساتھ بغض و عناد رکھنے
والوں کے خلاف ایک نادر تحریر

عقیدہ السنۃ

استاذ العلماء ملک المدرسین

حضرت علامہ مولانا عطاء محمد چشتی گولڑوی ہندوستان

مکتبہ جمال گرام

لاہور فرم: 7324948



اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ وَحْدَهُ وَالصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلٰی مَنْ لَا نَبِيَّ بَعْدَهُ وَعَلٰی اٰلِهِ

وَاَصْحَابِهِ اَجْمَعِينَ ۝

اَنَابَعْدُ: یہ فقیر پہلے صحابہ کرام کے عمومی فضائل بیان کرتا ہے۔ اس کے بعد خلفاء راشدین کے خصوصی فضائل بیان کئے جائیں گے، اور پھر ان لوگوں کا حکم بیان ہوگا، جو صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کے ساتھ بغض و عناد رکھتے اور ان کی ذات کو سب و شتم کا نشانہ بناتے ہیں۔ فضائل سے پہلے صحابی کی تعریف ملاحظہ ہو:

”صحابی اس خوش قسمت فرد کو کہا جاتا ہے، جس نے ایمان کی حالت میں آنحضرت

ﷺ کی زیارت کی یا مجلس میں حاضری کی سعادت حاصل کی پھر ایمان پر ہی فوت ہو گیا۔“

اب فضائل ملاحظہ ہوں: قرآن پاک میں ارشاد ربانی ہے:

۱ مَحَمَّدٌ رَّسُولُ اللّٰهِ وَالَّذِينَ مَعَهُ أَشِدَّاءُ عَلَى الْكُفَّارِ رُحَمَاءُ بَيْنَهُمْ تَرَاهُمْ رُكَّعًا سُجَّدًا ۝ (پ ۲۶، الفتح آیت: ۲۹)

ترجمہ: ”محمد (ﷺ) اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں اور آپ کے ساتھی غار پر سخت ہیں، آپس میں نرم دل ہیں اور تو انہیں دیکھے گا، رکوع کرتے اور سجدہ میں گرتے۔“

۲ لَقَدْ رَضِيَ اللّٰهُ عَنِ الْمُؤْمِنِينَ إِذْ يُبَايِعُونَكَ تَحْتَ الشَّجَرَةِ ۝

(پ ۲۶، الفتح، آیت ۱۸)

”اے محبوب ﷺ، بے شک اللہ تعالیٰ راضی ہوا ایمان والوں سے جب وہ اس میز

کے نیچے تمہاری بیعت کر رہے تھے۔“

یہاں تک تمام صحابہ کرام ﷺ کی تعریف میں دو آیتوں کا ذکر ہوا۔ پہلی آیت میں

فرمایا گیا کہ صحابہ کرام ﷺ آپس میں مہربان اور اللہ تعالیٰ کے عبادت گزار ہیں۔ جب

ثابت ہوا کہ صحابہ کرام آپس میں مہربان ہیں، تو جو شخص کسی صحابی کے ساتھ بغض و عناد

جملہ حقوق بحق ناشر محفوظ

نام کتاب عقیدہ المسکت (مع اضافات جدیدہ)

مصنف استاذ العلماء علامہ عطاء محمد بندری لوی رحمۃ اللہ علیہ

تاریخ اشاعت نومبر 2003ء

زیر اہتمام ایم احسان الحق صدیقی

ناشر مکتبہ جمال کرم لاہور

قیمت /

دشمنی رکھے، تو وہ سب صحابہ کا دشمن ہے، کیونکہ یہ بات مُسلم ہے کہ دوست کا دشمن بھی دشمن ہوتا ہے۔ دوسری آیت مبارکہ میں یہ ذکر ہوا کہ جن لوگوں نے درخت کے نیچے رحمت کائنات ﷺ کے ہاتھ پر بیعت کی، اللہ تعالیٰ اُن سے راضی ہو گیا۔

اس سے معلوم ہوا کہ جن صحابہ کرام نے بیعت کی، ان سب کا خاتمہ ایمان پر ہوا، کیونکہ اللہ تعالیٰ کے علم میں ہے جس کا خاتمہ ایمان پر نہیں ہے، اللہ تعالیٰ اس سے راضی نہیں ہوتا۔ خلاصہ یہ کہ سب لوگ اللہ تعالیٰ کے مقبول بندے ہیں۔ اب جو شخص کسی صحابی سے دشمنی رکھتا ہے (جس نے بیعت کی ہے) تو وہ اللہ تعالیٰ کا بھی دشمن ہے۔ اب صحابہ کرام ﷺ کے فضائل میں چند احادیث مبارکہ ملاحظہ ہوں:

① لَا تَسُبُّوا أَصْحَابِي فَلَوْ أَنِّي أَخَذْتُ كُمْ مِثْلَ أَخِيذِهِمَا بَلَغَ مُدَّ أَخَذِهِمْ وَلَا تَصِيفُهُ ۝ (متفق علیہ مشکوٰۃ شریف، ص: ۵۵۳)

حضور رسالت ﷺ نے ارشاد فرمایا:

”میرے صحابہ کو دشنام اور گالی نہ دینا، اس لئے کہ اگر بالفرض تم میں سے کوئی ایک اُحد پہاڑ کے برابر اللہ تعالیٰ کے راستے میں سونا خرچ کرے تو اس کا ثواب اتنا نہیں ہوگا، جتنا صحابہ کرام کے ایک میر یا آدھیر خرچ کرنے کا ہے۔“

حدیث رسول ﷺ کی روشنی میں صحابہ کرام کی اس عظمت کے باوجود کوئی مسلمان کس طرح صحابہ کرام سے بغض کا تصور کر سکتا ہے؟

ارشاد نبوی ہے:

② أَكْرَمُوا أَصْحَابِي فَإِنَّهُمْ خِيَارُكُمْ (مشکوٰۃ، ص: ۵۵۴)

”میرے صحابہ کی عزت کرو، اس لئے کہ وہ تم سب سے بہتر ہیں۔“

غور فرمائیں آنحضرت ﷺ کا تو یہ فرمان ہے کہ ”میرے صحابہ ﷺ کی عزت کرو، اس لئے کہ وہ تم سب سے بہتر ہیں۔“ اب کسی صحابی کے ساتھ عداوت اور اس کی توہین فرمان نبوی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے سراسر خلاف ہے، لہذا کسی مسلمان سے اس کا ضد و برہنہ

نہیں ہو سکتا۔

③ اَللّٰهُ اَللّٰهُ فِیْ اَصْحَابِیْ لَا تَتَّخِذُوْهُمْ غَرَضًا ۝۴ بَعْدِیْ فَعَنْ اَحِبِّهِمْ فَبِحُبِّیْ اَحِبُّهُمْ وَمَنْ اَبْغَضَهُمْ فَبِیْغَضِیْ اَبْغَضَهُمْ وَمَنْ اَذَاهُمْ فَقَدْ اَذَانِیْ وَمَنْ اَذَانِیْ فَقَدْ اَذَى اللّٰهِ وَمَنْ اَذَى اللّٰهِ فَبِیُوشِکُ اَنْ یَّاخُذَهُ ۝

(مشکوٰۃ شریف، ص: ۵۵۴)

آنحضرت ﷺ نے فرمایا: میرے صحابہ کرام کے متعلق خدا تعالیٰ سے ڈرو، اور میرے بعد ان کو دشنام اور طعن کا نشانہ نہ بناؤ۔ پس جس نے صحابہ کرام کے ساتھ محبت کی، تو اس کا سبب میری محبت ہے اور جس شخص نے صحابہ کرام کے ساتھ بغض کیا اس کا سبب یہ ہے کہ اس نے میرے ساتھ بغض کیا، اور جس آدمی نے صحابہ کرام کو تکلیف دی، اس نے مجھے تکلیف دی اور جس نے مجھے تکلیف دی، اُس نے اللہ تعالیٰ کی تکلیف کا ارادہ کیا اور جو اللہ تعالیٰ کی تکلیف کا ارادہ کرتا ہے، تو اللہ تعالیٰ عنقریب اُس کو پکڑ لے گا۔“

اس حدیث پاک سے معلوم ہوا کہ صحابہ کرام کی محبت جس کے دل میں ہے، اس کی وجہ اور سبب یہ ہے کہ اس کے دل میں حضور نبی اکرم ﷺ کی محبت ہے اور جس کے دل میں کسی صحابی کے متعلق بغض اور دشمنی ہے تو اس کا سبب یہ ہے کہ اس کے دل میں حضور نبی اکرم ﷺ کے متعلق دشمنی اور عداوت ہے۔ ظاہر ہے کہ ایسا آدمی مسلمان نہیں ہو سکتا۔ نیز حدیث شریف سے یہ بھی معلوم ہوا کہ جو شخص کسی صحابی کو تکلیف دیتا ہے، یہ اللہ تعالیٰ جل جلالہ انکریم اور اس کے محبوب علیہ الصلوٰۃ والسلام کو تکلیف دیتا ہے، اور ایسا شخص بھی مسلمان نہیں ہو سکتا۔

خلاصہ یہ کہ حضور سرور کائنات ﷺ سے محبت اور کسی صحابی سے بغض یہ اکٹھے نہیں رہ سکتے، جو شخص حضور نبی اکرم ﷺ سے محبت کا دعویٰ کرتا ہے اور کسی صحابی سے عداوت رکھتا ہے، وہ دعویٰ محبت میں جھوٹا ہے۔ صحابہ کرام کی فضیلت میں اور بہت سے دلائل ہیں، لیکن اختصار کی وجہ سے اسی پر اکتفا کیا گیا ہے۔

اب خلفاء راشدین رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی فضیلت کے سلسلہ میں دلائل ملاحظہ ہوں

وَعَذَابُ الَّذِينَ آمَنُوا أَمَّا نَحْنُ حَتَّىٰ وَغَمَلُوا الصَّالِحِينَ لَيْسَتْ خِلْفَتُهُمْ فِي الْأَرْضِ كَمَا اسْتَخْلَفَ الَّذِينَ مِنْ قَبْلِهِمْ ۝ (پ ۱۸، سورۃ النور، آیت ۵۵)

”اللہ تعالیٰ نے وعدہ دیا ہے اُن کو جو تم میں سے ایمان لائے اور اچھے کام کیے کہ ضرور انہیں زمین میں خلافت دے گا جیسی کہ ان سے پہلوں کو دی اور ضروران کے لئے جہاں دے گا اُن کا دین جو اُن کے لئے پسند فرمایا اور ضرور اُن کے اگلے خوف امن سے بدل دے گا۔“

آیت مذکورہ میں لفظ ”ہُمْ“ لایا گیا اور یہ جمع کے لئے استعمال ہوتا ہے۔ لہذا اس بات پر صراحت و لالت کرتا ہے کہ صحابہ کرام سے متعدد خلفاء ہوں گے اور اس خلافت کی علامت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان خلفاء کو جو پسندیدہ دین عطا فرمایا ہے ان کے دور میں یہ دین پختہ ہوگا اور دوسری علامت یہ ہے کہ ان خلفاء کے دور خلافت میں وہ خوف نہیں ہوگا جو کفار کی طرف سے مسلمانوں پر مسلط رہتا تھا، بلکہ اس کے بدلے مسلمانوں کو امن حاصل ہوگا۔ ظاہر ہے کہ یہ وعدہ اللہ رب العزت نے خلفاء راشدین کی صورت میں پورا کیا اور ان خلفاء کے دور خلافت میں اسلام پھیلا اور دین کو پختگی ملی۔ قیصر و کسریٰ کو مسلمانوں نے شکست دی، زمین عرب میں کفار مٹا دی گئے۔ خوف کے بدلے مسلمانوں کو امن حاصل ہوا جو اس سے پہلے نہیں تھا۔

اس کی تفصیل یہ ہے کہ ہجرت سے پہلے حضور نبی اکرم ﷺ اور مسلمانوں کو کفار طرح طرح کی ایذائیں دیتے اور بعد از ہجرت بھی اس سے باز نہ آئے، جنگ کے اعلان کرتے رہے، مختلف قسم کی دھمکیاں دیتے۔ بدروا حد کا واقعہ ہجرت کے بعد ہی کا ہے۔ پھر حضور نبی اکرم ﷺ کے وصال کے بعد تو کئی فتنوں نے سر اٹھایا اور کفار یہاں تک کہنے لگے کہ بس اب دین اسلام ختم ہونے کو ہے لیکن خلفاء راشدین رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے ان سب فتنوں کا سر نیکل کر رکھ دیا۔ اس وجہ سے دین اسلام کو پختگی حاصل ہوئی اور مسلمانوں کے دل سے کفار کا خوف نکل گیا، اب روز روشن کی طرح واضح ہو گیا۔ اس آیت کے مصداق صرف اور صرف خلفاء راشدین ہی ہیں۔ نیز اس آیت سے ثابت ہوا کہ خلفاء راشدین کا دین اللہ

تعالیٰ کا پسندیدہ دین ہے، لہذا اہل تشیع کا یہ کہنا کہ حضور نبی اکرم ﷺ کے وصال کے بعد سوائے پانچ یا چھ اشخاص کے تمام صحابہ دین اسلام سے پھر گئے۔ یہ آیت قرآن کی کھلی تکذیب ہے، جو صریحاً کفر ہے۔ اگر آیت مذکورہ کا مصداق خلفاء راشدین کو قرار نہ دیا جائے، تو پھر سوال یہ ہے کہ وہ کون متعدد خلفاء ہیں، جن کے دور خلافت میں اسلام کو عروج حاصل ہوا؟ اور اُن کے زمانہ خلافت میں مسلمانوں کو امن حاصل ہوا؟

خلفاء راشدین کے بعد تو مسلمانوں میں لڑائیاں اور جھگڑے پیدا ہوئے۔ کرب و بلا کا درد ناک واقعہ اسی بعد والے زمانہ کی خوفناک و خونچکاں داستان ہے اور پھر حضرت عبداللہ ابن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی دردناک شہادت اور اس کے بعد بنو امیہ اور بنو عباس کے جھگڑے تو صدیوں پر پھیلے ہوئے ہیں۔ ثابت ہوا کہ مذکورہ بالا آیت کا مصداق خلفاء راشدین ہی ہیں، ان کو اللہ تعالیٰ نے زمین میں خلیفہ بنایا اور ان کا دین اللہ تعالیٰ کا پسندیدہ دین ہے۔ اب جس کے دین کو اللہ تعالیٰ نے پسند فرمایا، اس کے ساتھ بعض رکنا نص قرآنی کے خلاف اور اُس کی تکذیب ہے اور اس تکذیب کا حکم کفر اور ارتداد ہے۔

② حدیث پاک میں ہے: **الْخِلَافَةُ بَعْدِي ثَلَاثُونَ سَنَةً ثُمَّ تَجِبُ سُرْمَلُكًا غَضُونًا** (مشکوٰۃ، ص: ۴۶۳)

حدیث پاک کا خلاصہ یہ ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ارشاد فرمایا: کہ میرے بعد خلافت تیس سال ہوگی، یعنی تیس سال تک جو سربراہ مملکت ہوں گے، وہ آنحضرت ﷺ کے خلیفہ، آپ کے نائب اور آپ کے طریقہ پر ہوں گے اور تیس سال کے بعد حکمرانوں کا مقصد محض حکومت و سلطنت ہوگا اور حکومت کے لئے ایک دوسرے کو دانتوں سے کاٹیں گے۔“ (شرح عقائد نسفی)

اس حدیث پاک سے ظاہر ہو گیا کہ حضور نبی اکرم ﷺ کے وصال شریف کے بعد تیس سال تک حکمرانی شریعت مطہرہ کے مطابق ہوگی اور یہ حکمران حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے طریقہ پر اور کامل مسلمان و مومن ہوں گے۔ تیس سال کے اندر جو حکمران ہوئے۔

حدیث پاک میں ان کی تعریف کی گئی ہے۔ دیکھنا یہ ہے کہ ان تیس سالوں میں کون کون مسلمانوں کے حکمران ہوئے؟ اور ان کی مدتِ خلافت کتنی ہے؟

واضح ہو کہ اہل سنت اور شیعہ کا اس پر اتفاق ہے کہ خلیفہ اول حضرت ابو بکر صدیق ؓ ہیں اور آپ کی مدتِ خلافت دو سال تین ماہ ہے اور بالاتفاق خلیفہ دوم حضرت امیر المومنین سیدنا فاروق اعظم ؓ ہیں اور آپ کی مدتِ خلافت دس سال چھ ماہ ہے اور بالاتفاق خلیفہ سوم حضرت سیدنا عثمان غنی ؓ ہیں اور ان کی مدتِ خلافت بارہ سال سے صرف چند دن کم ہے اور خلیفہ چہارم حضرت سیدنا امیر المومنین علی المرتضیٰ ؓ ہیں، آپ کی مدتِ خلافت چار سال نو ماہ ہے اور خلیفہ پنجم حضرت سیدنا امام حسن مجتبیٰ ؓ ہیں اور ان کی مدتِ خلافت صرف چھ ماہ ہے۔ ان پانچوں خلفاء کی مدتِ جمع کی جائے تو خلافت تیس سال بنتی ہے۔ یہ مشہور قول کہ خلفاء راشدین صرف چار ہیں، درست نہیں، بلکہ اہل سنت کے نزدیک خلفائے راشدین پانچ ہیں۔ نیز اس حدیث پاک میں تحریف صادق ؓ نے گواہی دی کہ یہ خلفاء مسلمان ہوں گے اور ان کی خلافت حق ہوگی، اب جو شخص بھی ان خلفاء میں سے کسی ایک کے ساتھ بغض رکھتا ہے، وہ بے دین، ظالم، فاسق اور بعض صورتوں میں کافر اور مرتد ہوگا۔

تیسری دلیل حضرت علامہ ملا علی قاری رحمہ اللہ تعالیٰ نے اہل تشیع کے متعلق ایک مبسوط رسالہ تحریر فرمایا ہے اور حضرت علامہ ابن عابدین شامی رحمہ اللہ تعالیٰ نے اس کا خلاصہ اپنے رسائل میں درج فرمایا ہے، ملاحظہ ہو: **أَمَّا قَدْ فُتِنَ غَائِبَةُ فَكُفُّوا بِالْإِجْمَاعِ** ○

قذف کے معنی ہیں کسی پر زنا کی تہمت لگانا جیسا کہ منافقین نے حضرت سیدہ عائشہ صدیقہ طیبہ طاہرہ عابدہ زاہدہ پر تہمت لگائی اور قرآن پاک میں اللہ تعالیٰ نے آپ کی براءت و پاکدامنی نازل فرمائی۔ اب جبکہ قرآنی آیات کی شکل میں ائمہ المومنین ؓ کی براءت نازل ہو چکی ہے، پھر بھی اگر کوئی شخص ائمہ المومنین ؓ کی قذف کرتا ہے (جیسا کہ اہل شیعہ کرتے ہیں) تو وہ اجماعاً کافر ہے، کیونکہ اُس نے قرآن پاک کی تکذیب کی جو کہ کفر ہے۔

أَمَّا مَنْ سَبَّ أَحَدًا مِنَ الصَّحَابَةِ فَهُوَ قَاسِمٌ مُبْتَدِعٌ بِالْإِجْمَاعِ إِلَّا أَنَّهُ

إِلَّا اِغْتَفَدَ أَنَّهُ مُبَاخٌ يَنْزِلُ عَلَيْهِ الثَّوَابُ كَمَا عَلَيْهِ بَعْضُ الشَّيْعَةِ أَوْ اِغْتَفَدَ كُفْرَ الصَّحَابَةِ فَإِنَّهُ كَافِرٌ بِالْإِجْمَاعِ ○

عبارت مذکورہ کا خلاصہ یہ ہے کہ جو شخص کسی صحابی کو گالی دیتا ہے، اس کی دو صورتیں ہیں: پہلی یہ کہ آدمی کا یہ عقیدہ نہیں کہ کسی صحابی کو گالی دینا مباح اور جائز ہے اور نہ ہی اس کا یہ عقیدہ ہے کہ صحابی کو گالی دینے سے ثواب حاصل ہوتا ہے، تو اس صورت میں وہ کافر تو نہیں ہوتا، لیکن اس پر اجماع ہے کہ وہ آدمی فاسق اور بدعتی ہے۔ دوسری صورت یہ ہے کہ جو آدمی صحابہ کو گالی دیتا ہے، اُس کا عقیدہ یہ ہے کہ یہ مباح اور جائز ہے، یا یہ عقیدہ ہے کہ اس سے ثواب حاصل ہوتا ہے، جیسا کہ بعض شیعہ یہی عقیدہ رکھتے ہیں یا اس کا یہ عقیدہ ہے کہ حضور نبی اکرم ؐ کے وصال کے بعد صحابہ کرام کافر ہو گئے (العیاذ باللہ) تو ان دو صورتوں میں اجماع ہے کہ وہ آدمی کافر ہے۔

غور فرمائیں دوسری صورت میں تین چیزوں میں سے ایک بھی کفر کے لئے کافی ہے اور اگر تینوں پائی جائیں تو وہ بطریق اولیٰ کافر ہو گئے اور ہمارے دور کے اہل شیعہ میں یہ تینوں چیزیں پائی جاتی ہیں۔ ان کے نزدیک تبرار کا ان اسلام اور بناء اسلام میں سے ہے تبراکا معنی خلفاء راشدین سے بیزاری اور بغض کا اظہار، اُن کو گالیاں بکنا ہے، تو ان کے نزدیک صحابہ کرام کو گالیاں دینا جائز ہے اور اس پر ثواب حاصل ہوتا ہے اور اُن کا عقیدہ ہے کہ حضور نبی اکرم ؐ کے وصال کے بعد صحابہ کافر ہو گئے۔ (نعوذ باللہ من ذالک) لہذا ان کے کفر میں شک نہیں ہے۔

اس سے معلوم ہوا کہ جو اہل شیعہ ابتداء میں اہل سنت تھے اور پھر ائمہ المومنین کو قذف کیا، یا کہ خلفاء راشدین میں سے کسی کو سب کیا اور ان کا عقیدہ ہے کہ صحابہ کا سب جائز ہے اور اس پر ثواب ملتا ہے، تو یہ مرتد ہیں اور اگر ابتداء میں اہل سنت نہ تھے اور مذکورہ بالا جرائم کا ارتکاب کیا، تو یہ صرف کافر ہیں، اور اگر کسی شیعہ نے کسی صحابی کو سب کیا، لیکن نہ تو وہ اس کو جائز مانتا ہے اور نہ ہی اس پر ثواب حاصل ہونے کا عقیدہ رکھتا ہے، تو یہ اجماعاً فاسق اور

منتہر ہے۔

أَفَتَى الْعَلَامَةُ أَبُو السَّعُودِ لَمَّا سُئِلَ عَنِ الشَّيْعَةِ أَيْحُلُ فِتْنَالَهُمْ وَهَلْ يَكُونُ الْمَقْتُولُ مِنْ شَهِيدٍ أَفَاجَابَ أَنَّ قِتْلَهُمْ جِهَادٌ أَكْبَرُ وَالْمَقْتُولُ مِنْ أَهْلِ الْمَعْرَكَةِ شَهِيدٌ وَأَنَّهُمْ كَافِرُونَ مِنْ وَجْهِ كَثِيرَةٍ إِنَّهُمْ اخْتَرَعُوا كُفْرًا وَضَلَالًا مُرَكَّبًا فَمِنْ كُفْرِهِمْ أَنَّهُمْ يُهَيِّنُونَ الشَّرِيعَةَ الشَّرِيفَةَ وَالْكِتَابَ الشَّرْعِيَّةَ وَأَيُّمَةُ الْبَيْتِ وَيَسُودُونَ الشُّبْحِينَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُمَا وَسَبَّهُمَا كُفْرًا وَيَسُودُونَ الصِّدِّيقَةَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهَا وَيُطِيلُونَ أَلْسِنَتَهُمْ فِي حَقِّهَا وَقَدْ نَزَلَتْ بِرَأْدِ سَاحَتِهَا وَنَزَاهَتِهَا رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهَا ۝ وَيُلْحِقُونَ بِذَلِكَ الشُّيْنَ بِحَضْرَةِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ سَبُّ قَتْلِهِمْ لِحَضْرَتِهِ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ فَلِذَا أَجْمَعَ عُلَمَاءُ الْأَعْصَارِ عَلَى إِبَاحَةِ قَتْلِهِمْ وَأَنَّ مَنْ شَكَّ فِي كُفْرِهِمْ كَانَ كَافِرًا ۝ (رسائل شامیہ)

شیخ ابوالسعود رحمہ اللہ تعالیٰ سے سوال کیا گیا کہ کیا شیعہ سے قتال کرنا حلال ہے؟ اور اہل تشیع کے ساتھ لڑائی میں کوئی مسلمان قتل ہو جائے تو وہ شہید ہے؟ تو شیخ ابوالسعود نے فرمایا کہ شیعہ کے ساتھ لڑائی کرنا جہاد اکبر ہے اور جو اہل سنت ان کے ساتھ لڑائی میں قتل ہو جائے، وہ شہید ہے اور یہ لوگ کئی وجہ سے کافر ہیں:-

① شریعت مطہرہ اور شرعی کتابوں اور ائمہ دین کی توہین کرتے ہیں۔

② حضرات شیخین یعنی سیدنا حضرت ابوبکر صدیق اور سیدنا حضرت عمر فاروق، رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو سب و شتم جکتے ہیں، گالیاں دیتے ہیں اور ان دونوں حضرات کو سب کرنا کفر ہے۔

۱ ائمہ المؤمنین حضرت سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو سب جکتے ہیں اور گالیاں دیتے ہیں اور آپ کی ذات پر تہمت لگاتے، اور آپ کے متعلق زبان درازی کرتے ہیں، حالانکہ اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک (کی صریح آیات) میں آپ کی پاکدامنی بیان فرماتے ہوئے اس تہمت سے آپ کو بری کیا۔

دراصل یہ حضور نبی اکرم ﷺ کو عیب لگانا اور آپ کی ذات پاک کو گالیاں دینا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ہر دور کے علماء اہل سنت نے ان کے کفر پر اجماع کیا ہے، اور ان کے قتل کو مباح قرار دیا ہے، جو آدمی ان کے کفر میں شک کرے، وہ بھی کافر ہے۔

یہاں تک حضرت علامہ ابن عابدین شامی اور حضرت علامہ علی قاری رحمہما اللہ تعالیٰ کا اہل شیعہ کے متعلق فتویٰ نقل کیا گیا ہے اور یہ فتویٰ ان دو حضرات کا نہیں، بلکہ تمام علماء اہل سنت کا ہے۔ اب ہم اصل مسئلہ کی طرف رجوع کرتے ہیں کہ جو لوگ حضرت ابوبکر صدیق اور حضرت سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو سب کرتے اور زبان درازی کرتے ہیں، ایسے لوگوں سے میل جول رکھنا اور شادی بیاہ میں ان کو مدعو کرنا، اور اہل سنت کے جنازہ میں ان کی شمولیت شرعاً جائز ہے یا نہیں؟

تو واضح ہو کہ اہل سنت و جماعت کو ایسے لوگوں کے ساتھ میل جول، لین دین، نشست و برخاست اور ہر قسم کا برتاؤ حرام و ناجائز ہے۔ نقلی دلائل پیش کرنے سے قبل، ایک نقلی دلیل پیش کی جاتی ہے، وہ یہ کہ:

اگر کسی باغیرت انسان کی ماں پر کوئی جھوٹی تہمت لگاتا ہے، تو اس کی اولاد کی غیرت یہ بھی برداشت نہیں کرتی کہ وہ تہمت لگانے والے کے ساتھ دوستی رکھے، اور اس کی شادی اور غمی میں شریک ہو یا اس کو اپنی خوشی اور غمی میں شریک کرے۔ اسی طرح ازواج مطہرات رضوان اللہ تعالیٰ علیہن کے متعلق قرآن کریم نے اعلان کیا ہے کہ وہ تمام مسلمانوں کی ماں ہیں۔ اب جو گستاخ ان کے متعلق زبان درازی کرتا اور جھوٹی تہمت لگاتا ہے، تو

کوئی باغیرت مسلمان ان کے ساتھ کسی قسم کا بھی کوئی برتاؤ ہرگز نہیں کر سکتا۔

اب دلائل نقلیہ ملاحظہ ہوں:-

پہلی دلیل: قرآن پاک میں ارشاد باری ہے:

وَلَا تَرْكَبُوا إِلَى الَّذِينَ ظَلَمُوا فَمَا تَمْسِكُ النَّارُ

(پ ۱۲، ع ۱۰، آیت ۱۱۳، سورہ ہود)

”اور ان ظالموں کی طرف نہ جھکو، اگر تم نے ایسا کیا، تو تمہیں آگ چھوئے گی۔“

آیت شریفہ سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ کے نافرمانوں کے ساتھ میل جول اور راہ و رسم اور ان کے ساتھ دوستی اور محبت شرع میں منع اور دوزخ کا سبب ہے۔

دوسری دلیل: ارشاد خداوندی ہے:

وَقَدْ نَزَّلَ عَلَيْكُمْ فِي الْكِتَابِ أَنْ إِذَا سَمِعْتُمْ آيَاتَ اللَّهِ يُكْفَرُ بِهَا وَيُسْتَهْزَأُ بِهَا فَلَا تَقْعُدُوا مَعَهُمْ حَتَّى يَخُوضُوا فِي حَدِيثٍ غَيْرِهِ إِنَّكُمْ إِذَا مَنَّ اللَّهُ عَلَيْهِمْ

(پ ۵، سورہ النساء، ع ۲۰، آیت ۱۲۰)

”بے شک اللہ تعالیٰ تم پر کتاب نازل فرما چکا کہ جب تم اللہ تعالیٰ کی آیتوں کو سُنو کہ ان کا انکار کیا جاتا ہے اور ان کی ہنسی اُڑائی جاتی ہے، تو ان لوگوں کے ساتھ نہ بیٹھو، جب تک وہ اور بات میں مشغول نہ ہوں، ورنہ تم بھی انہی جیسے ہو۔“

صحابہ کرام کی تعریف میں عموماً اور خلفائے راشدین کی تعریف میں خصوصاً جو آیات قرآن پاک میں نازل ہوئی ہیں، اہل تشیع ان کا انکار کرتے ہیں اور ان کے ساتھ ہنسی کرتے ہیں، لہذا ان کے ساتھ بیٹھنا ان کے ساتھ صحبت اور دوستی کرنا قرآن پاک میں منع فرمایا ہے۔ ان کے ساتھ بیٹھنے والا اور مجلس کرنا والا ان کی مثل کا فر ہے، (العیاذ باللہ)

تیسری دلیل: ارشاد رب العالمین ہے:

وَإِذَا زَأَيْتَ الَّذِينَ يَخُوضُونَ فِي آيَاتِنَا فَأَعْرِضْ عَنْهُمْ حَتَّى يَخُوضُوا فِي حَدِيثٍ غَيْرِهِ وَإِمَّا يُنسِيَنَّكَ الشَّيْطَانُ فَلَا تَقْعُدْ بَعْدَ الذِّكْرِى مَعَ الْقَوْمِ

طالعون ۵ (پ ۷، سورہ الانعام، ع ۸، آیت ۶۸)

”اور اے سُننے والے! جب تو انہیں دیکھے جو ہماری آیتوں میں پڑتے ہیں تو ان سے نہ پیہر لے، جب تک اور بات میں پڑیں اور جو کہیں تجھے شیطان بھلا دے، تو یاد آنے کے ظالموں کے پاس نہ بیٹھو۔“

آیات الہیہ میں پڑنے کا مطلب یہ ہے کہ آیت کے ساتھ کفر اور انکار کیا جائے، اور طعن و تشنیع واستہزاء کیا جائے جیسا کہ اہل شیعہ کا طریقہ ہے کہ خلفاء راشدین کی مدح میں جو آیات قرآنی نازل ہوئی ہیں، ان کا انکار کرتے ہیں، اور ان میں طعن و تشنیع کرتے ہیں، لہذا ان کی مجلسوں میں بیٹھنا، ان کے ساتھ راہ و رسم رکھنا، اللہ تعالیٰ کے نزدیک منع ہے۔ اس آیت سے معلوم ہوا کہ بے دینوں کی جس مجلس میں دین کا احترام نہ کیا جاتا ہو، مسلمانوں کو وہاں بیٹھنا جائز نہیں جیسا کہ شیعہ کی مجالس میں صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم پر سب و شتم کیا جاتا ہے اور ان کے حق میں گستاخانہ کلمات استعمال کئے جاتے ہیں (العیاذ باللہ) لہذا ان سے روگردانی اور اظہار نفرت ضروری ہے۔ آیت مبارکہ سے یہ بھی ثابت ہوا کہ کفار اور بے دینوں کے جلسوں میں جہاں دین کے خلاف تقریریں ہوتی ہوں، سننے کے لئے شرکت کرنا ناجائز اور قطعاً منع ہے، البتہ بے دینوں کے جلسہ میں ان کا رد کرنے کیلئے جانا جائز ہے۔

آیت دوم، سوم میں جو یہ فرمایا گیا ہے کہ ”جب تک وہ اور بات میں مشغول نہ ہوں۔“ اس کا مطلب یہ ہے کہ کفار اور بے دینوں سے ایسی روگردانی اور قطع تعلق کر دو کہ ان کو احساس ہو جائے کہ ہمارے ساتھ قطع تعلق اور روگردانی ہماری بے دینی کی وجہ سے ہے، تاکہ وہ بے دینی کو چھوڑ دیں اور ان باتوں میں مشغول ہوں، جو بے دینی نہیں ہوں۔

خلاصہ یہ ہے کہ جب تک وہ بے دینی سے تائب نہ ہوں، اس وقت تک ان سے روگردانی اور قطع تعلق لازم اور ضروری ہے اور اگر مسلمان بھول کر بے دینوں کی مجلس میں بیٹھ جائے، تو یاد آنے پر فوراً اٹھ جائے، ورنہ وہ بھی ان جیسا بے دین اور کا فر ہے۔

چوتھی دلیل: ہدایہ شریف میں ہے:

وَلَا تَحْضُرْ أَهْلَ الذِّمَّةِ إِلَّا سَتَقَاءَ لِأَنَّهُ لَا يَسْتَنْزِلُ إِلِی الرُّحْمَةِ وَإِنَّمَا تَنَزَّلُ
عَلَيْهِمُ اللَّغْنَةُ ۝ (باب الاستقواء ص: ۱۷۷)

”یعنی بارش کے لئے جو نماز پڑھی جاتی ہے، اس میں کافر ذمی حاضر نہ ہوں، اس کی وجہ یہ ہے کہ نماز استقواء اللہ تعالیٰ سے رحمت طلب کرنے کے لئے ہوتی ہے اور کافر ذمی پر لعنت نازل ہوتی ہے۔“

یعنی نماز جنازہ بھی اس لئے پڑھی جاتی ہے کہ نمازیوں اور میت پر اللہ تعالیٰ رحمت نازل فرمائے۔ پس اگر نماز جنازہ میں ایسا آدمی شامل ہے، جس کے عقائد کفریہ ہیں اور خلفائے راشدین کو سب بکتا ہے اور ائمہ المؤمنین رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو قذف کرتا ہے جو کہ یقیناً کفر ہے، تو ایسے آدمی پر اللہ تعالیٰ کی لعنت نازل ہوتی ہے، جیسے کہ ارشاد ہوا:

لَعْنَةُ اللَّهِ عَلَى الْكَافِرِينَ ۝

جب ایسے آدمی پر اللہ تعالیٰ کی لعنت نازل ہوئی تو نماز جنازہ کا مقصد ہی فوت ہو گیا۔ یہاں یہ جاننا بھی ضروری ہے کہ ایک کافر ذمی ہوتا ہے اور دوسرا کافر مرتد ہوتا ہے کافر ذمی وہ ہوتا ہے جو آباء و اجداد سے کافر آ رہا ہے جیسا کہ پاکستان میں مستقل طور پر ہندو اور سکھ اور نصرانی رہتے ہیں۔ کافر کے جان و مال اور آئندہ کی حفاظت مسلمانوں کی حکومت پر لازم ہے اور کافر مرتد وہ ہوتا ہے جو پہلے مسلمان تھا، اس کے بعد عقائد کفریہ کی وجہ سے کافر ہوا اور اسلام سے پھر گیا، یہ کافر مرتد مسلمانوں کے ملک میں نہیں رہ سکتا اور اس کی جان اور مال کی حفاظت مسلمان حکومت پر لازم نہیں ہے۔ اس کا حکم یہ ہے کہ اگر مرتد و عورت ہے، تو اُسے قید کر دیا جائے گا، جب تک وہ دوبارہ اسلام میں داخل نہ ہو، قید میں ہی رہے گی۔ اگر مُرْتَد مرد ہے، تو اُس کو سمجھایا جائے گا، اگر وہ سمجھ گیا تو بہتر، ورنہ اُس کو قتل کر دیا جائے گا۔

پاکستان میں جو قادیانی، مرزائی اور اہل شیعہ سنی رہتے ہیں، یہ آباء و اجداد سے ہندوؤں اور سکھوں کی طرح اس عقیدہ کفر پر نہیں آ رہے، بلکہ خود اسلام سے پھرے ہیں، یا اُن کے آباء و اجداد اسلام سے پھر کر مُرْتَد ہوئے ہیں۔ خلاصہ یہ کہ موجودہ دور کے مرزائی اور

اہل شیعہ یا تو خود مرتد ہوئے ہیں یا مرتدوں کی اولاد ہیں، لہذا یہ کافر ذمی سے بدتر ہیں۔ سب کافر ذمی پر اللہ تعالیٰ کی لعنت پڑتی ہے، اس لئے وہ نماز میں شامل نہیں ہو سکتا تو مرزائی اور سنی اہل تشیع پر بطریقِ اولیٰ اللہ تعالیٰ کی لعنت پڑے گی اور وہ مسلمانوں کے جنازہ میں شامل نہیں ہو سکتے۔ بہر حال مرزائی اور اہل تشیع کا نماز جنازہ اور مسلمانوں کے شادی بیاہ میں شامل ہونا شرعاً سخت منع اور حرام ہے اور جس جنازہ اور شادی بیاہ میں یہ لوگ شریک ہوں، اہل سنت کو اس میں شریک ہونا منع ہے، ورنہ اُن پر بھی اللہ تعالیٰ کی لعنت پڑے گی۔

حیرت کی بات یہ ہے کہ کسی مسلمان کا والد یا والدہ فوت ہو جاتے ہیں، جس کی وجہ سے اُسے سخت صدمہ پہنچتا ہے، اس مسلمان پر لازم تو یہ ہے کہ اس بات کی کوشش کرے کہ اس کے والدین پر اللہ تعالیٰ کی رحمت نازل ہو، لیکن اگر اس کے والدین کے جنازہ میں ایسے لوگ شامل ہوئے، جن پر اللہ تعالیٰ کی لعنت نازل ہوئی اور اس مسلمان کو اس کا علم ہے کہ اس کے والدین کے جنازہ میں ملعون و مرتد لوگ شامل ہیں، تو یہ اس کی والدین کے ساتھ زیادتی اور دشمنی ہے، جو کہ بہت نامناسب ہے۔

اہل سنت پر لازم ہے کہ جب جنازہ تیار ہو جائے تو جنازہ پڑھنے سے پہلے اعلان کیا جائے کہ یہ اہل سنت کا جنازہ ہے، لہذا کوئی مرزائی، قادیانی اور اہل شیعہ اس میں داخل نہیں ہو سکتا۔ بندہ نے ایک سوال کے جواب میں یہ فتویٰ تحریر کیا ہے

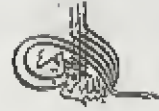
وَإِخْرُجُوا أَنَا وَالْحَمْدُ لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ ۝

خُرُوجُ الْمُفْتَقِرِ إِلَى اللَّهِ الصَّمَدِ

عطا محمد چشتی گولڑوی

۱۰ مئی ۱۹۸۹ء

۳۱ شوال المکرم ۱۴۰۹ھ



الْحَمْدُ لِلَّهِ وَالصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ عَلَى أَهْلِهَا

امّا بعد: واضح ہو کہ بندہ عطاء محمد چشتی گوڑوی نے قبل ازیں ایک رسالہ عقیدہ اہل سنت کے نام سے تحریر کیا تھا اور اس میں زیادہ بحث مذہب اہل تشیع پر کی گئی تھی۔ بعض نہایت محترم احباب نے بندہ سے مطالبہ کیا کہ رسالہ مذکورہ میں مزید اضافہ کیا جائے تاکہ عوام اہل سنت کو اس سے زیادہ فائدہ ہو بنائے علیہ تعلیم ارشاد کرتے ہوئے رسالہ ”عقیدہ اہل سنت“ میں نہایت ضروری اضافہ کیا گیا۔ واضح ہو کہ اس اضافہ کے تین اجزاء ہیں۔

جزء اول: یہ بیان کیا جائے گا کہ اہل تشیع کے متعلق علماء اہل سنت کا کیا فتویٰ ہے؟
جزء دوم: یہ بیان کیا جائے گا کہ اہل بیت رسول ﷺ کا صحابہ کرام ﷺ کے ساتھ عموماً اور سیدنا ابوبکر صدیق اور سیدنا امیر عمر رضی اللہ عنہما کے ساتھ خصوصاً کیا تعلق تھا؟

جزء سوم: یزید علیہ ما علیہ کے متعلق تحقیقی بحث کی جائے گی کہ علماء اہل سنت کے نزدیک عموماً اور علماء احناف کے نزدیک خصوصاً یزید کی کیا حیثیت ہے؟ کیا یزید کافر تھا یا مسلمان اگر کافر تھا تو کیوں؟ اس پر کیا دلیل ہے اور اگر مسلمان تھا تو فیک اور صالح تھا یا کفاسق، فاجر اور خبیث ظالم۔

جزء اول: اب جزء اول بیان کی جاتی ہے کہ اہل سنت کے نزدیک اہل تشیع کا کیا حکم ہے اور اہل سنت کا ان کے متعلق کیا فتویٰ ہے؟ ہدایہ شریف جو کہ احناف کے نزدیک فقہ حنفی کی مستند ترین کتاب ہے اسکے شروح اور حواشی بہت زیادہ ہیں، لیکن سب سے مستند ابن ہمام کی کتاب فتح القدیر ہے۔ ابن ہمام کے متعلق علامہ ابن عابدین شامی صاحب رد المحتار کی رائے یہ ہے کہ یہ مرتبہ اجتہاد کے قریب مرتبہ پر فائز ہیں۔ علامہ ابن ہمام حنفی نے فتح القدیر میں فرمایا ہے:

وفی الروافض ان من فضل علیاً علی الثلاثة فمبتدع وان انکر

خلافة الصديق او عمر رضي الله تعالى عنهما فهو كافر

یعنی رافضیوں اور اہل تشیع کا یہ حکم ہے کہ جو رافضی اور شیعہ حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم کو دوسرے تین خلفاء راشدین سے صرف افضل جانتا ہے کہ حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم حضرت ابوبکر صدیق اور حضرت عمر اور حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے افضل ہیں تو یہ کافر تو نہیں لیکن بدعتی اور فاسق ضرور ہے، اور جو رافضی ابوبکر یا عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی خلافت کا منکر ہے تو یہ بالکل کافر ہے اور ہمارے ملک پاکستان میں جو رافضی ہیں یہ حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم کو خلیفہ بلا فصل اعتقاد کرتے ہیں اور ان کا یہ عقیدہ ہے کہ حضرت صدیق اور حضرت عمر اور دوسرے صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے خلافت کے متعلق حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم کا حق عداً غصب کیا ہے تو یہ کافر ہیں اور رافضی جو ان دو خلفاء کی خلافت کا انکار کرتے ہیں تو اس میں دو احتمال ہیں:

احتمال اول: یہ کہ ابوبکر اور عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سرے سے خلافت کے حقدار نہیں تھے، نہ اول درجہ اور نہ دوم اور نہ سوم اور نہ چہارم درجہ میں۔

احتمال دوم: یہ کہ ہر دو خلیفہ جس مرتبہ میں خلیفہ مقرر ہوئے اس مرتبہ میں حقدار نہ تھے اگرچہ کسی دوسرے مرتبہ میں خلیفہ بن سکتے تھے مثلاً صدیق اکبر خلیفہ بلا فصل اور عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہما دوسرے مرتبہ میں خلیفہ مقرر ہوئے یہ ہر دو اس خاص خلافت کے مستحق نہ تھے، اور رافضیوں کا عقیدہ ہے کہ خلیفہ بلا فصل صرف حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم ہیں تو اہل سنت کے نزدیک ہر دو احتمال کا منکر کافر ہے اور ملک پاکستان کے رافضی دونوں قسم کی خلافت کے منکر ہیں حالانکہ اللہ تعالیٰ جل مجدہ اور نبی کریم ﷺ خلافت کی اسی ترتیب پر راضی تھے، جو کہ واقع میں ہوئی ہے یعنی خلیفہ اول ابوبکر صدیق، خلیفہ دوم عمر فاروق اور خلیفہ سوم عثمان غنی اور خلیفہ چہارم حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہم اور قرآن پاک سے بھی اسی ترتیب پر خلافت معلوم ہوتی ہے کیونکہ قرآن پاک میں اللہ تبارک و تعالیٰ نے فرمایا ہے:

وَعَدَ اللَّهُ الَّذِينَ آمَنُوا مِنْكُمْ وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ لَسْتَخْلِفَنَّهُمْ فِي الْأَرْضِ ۝ (آیۃ)

یعنی اللہ تعالیٰ وعدہ کی صورت میں فرماتا ہے کہ تم سے یعنی صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے جو دل و جان سے ایمان لائے اور نیک کام کئے اللہ تعالیٰ ان سے وعدہ فرماتا ہے کہ ان کو زمین میں خلیفہ بنائے گا۔ اب آیۃ مذکورہ میں لفظ منکم جو ہے تو دراصل بالاصلات، یہ خطاب صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو ہے اور اس آیۃ میں دو ضمیر ہیں، اول منکم میں ضمیر جمع مذکر مخاطب کی ہے اور دوسری ضمیر ہم ہے جو کہ جمع مذکر غائب کی ہے، بہر حال دونوں ضمیر جمع مذکر ہیں اور اللہ تعالیٰ نے انکو خلافت فی الارض کا وعدہ دیا ہے اور اس پر مسلمانوں کا اجماع ہے کہ اللہ تعالیٰ جل شانہ کے وعدہ میں خلاف محال ہے۔

تو اب دیکھنا یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے صحابہ کے ساتھ اس وعدہ کو کس صورت میں پورا کیا ہے تو ظاہر ہے کہ خلفاء اربعہ راشدین کی خلافت جس ترتیب سے زمین میں قائم ہوئی۔ اسی میں اللہ تعالیٰ جل شانہ نے صحابہ کے ساتھ اپنا وعدہ پورا کیا ہے۔ اگر خلفاء ثلاثہ کی خلافت حق نہ ہو اور صرف حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم خلیفہ ہوں تو اللہ تعالیٰ کا یہ وعدہ صحابہ کرام کے ساتھ پورا نہیں ہوتا اور وعدہ خلافتی لازم آئے گی جیسا کہ اہل تشیع کا مذہب ہے اہل سنت کے نزدیک خلافت اجماعی یعنی خلیفہ اور امام وہ ہے جس پر مسلمان متفق ہو جائیں اور اہل شیعہ کے نزدیک خلافت اور امامت نفی ہے یعنی خلیفہ وہ ہے کہ اللہ تعالیٰ جل جلالہ اور نبی ﷺ جس کو صراحۃً نامزد کریں اور قرآن وحدیث میں جس کی امامت کی نص ہو۔

اہل شیعہ کا عقیدہ ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی خلافت پر نص تھی۔ اہل سنت نے خلافت کے اجماعی ہونے پر اور صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی خلافت کے حق ہونے پر اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کی خلافت پر نص نہ ہونے پر مندرجہ ذیل عبارت سے دلیل دی ہے جس کو شرح عقائد میں علامہ نقضانی نے بایں الفاظ ذکر فرمایا ہے:

”ان الصحابة رضی اللہ تعالیٰ عنہم قد اجتمعوا يوم توفي رسول

اللہ ﷺ في سقيفة بني ساعدة واستقر رأيهم بعد المشاورة والمنازعة على خلافة ابي بكر رضي اللہ تعالیٰ عنہم فاجتمعوا على ذلك وبايعه على رضی اللہ تعالیٰ عنہ علی رؤس الاشهاد بعد توقف منه ولولم تكن الخلافة حقا لما اتفق عليه الصحابة لان اجماع الامة على الباطل ممنوع ولا سيما الصحابة ولنازعه على رضی اللہ تعالیٰ عنہ عند كما نازع معاوية رضی اللہ تعالیٰ عنہ ولو كان في حقه نص كما زعمت الشيعة لاحتج به وكيف يتصور في حق اصحاب رسول اللہ ﷺ الاتفاق على الباطل وترك العمل بالنص الوارد۔“

خلاصہ عبارت مذکورہ بالا کا یہ ہے کہ جب آنحضرت ﷺ کا انتقال ہوا تو صحابہ سقیفہ بنی ساعدہ میں جمع ہوئے، سقیفہ اس مکان کو کہا جاتا ہے جس کی چھت ستونوں پر قائم ہو اور دیوار بالکل نہ ہو اور بنی ساعدہ انصار کا ایک قبیلہ ہے اور مشورہ اور جھگڑے کے بعد ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی خلافت پر اتفاق رائے ہوا اور سب نے ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی خلافت پر اتفاق کیا اور کچھ توقف کے بعد حضرت علی رضی اللہ عنہ نے لوگوں کے سامنے ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ سے بیعت کی اگر حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی خلافت حق نہ ہوتی تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہ اس پر اتفاق نہ کرتے کیونکہ عام امت کا بھی باطل پر اجماع منع ہے چنانچہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہ باطل پر اتفاق کریں اور حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے ساتھ حضرت علی رضی اللہ عنہ جھگڑا کرتے جیسا کہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ جھگڑا کیا تھا اور اگر حضرت علی رضی اللہ عنہ کے حق میں خلافت پر نص ہوتی جیسا کہ شیعہ کا دعوہ باطل ہے تو حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم ضرور اس نص کے ساتھ اپنی خلافت پر دلیل لاتے اور نص کی موجودگی میں صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے حق میں کیسے تصور کیا جاسکتا ہے کہ وہ باطل پر اتفاق کریں اور نص پر عمل چھوڑ دیں۔

اب اس طویل عبارت سے جو امور ثابت ہوئے انکو بالترتیب ذکر کیا جاتا ہے، اور

بعض الفاظ کی وضاحت بھی ہوگی۔

امراول: حضرت صدیق اکبر ؓ کی خلافت شوری اور کثرت رائے کے مطابق جمہوری طریقہ سے ہوئی اور اس دور میں کثرت رائے موجودہ دور کے ووٹوں کا بدل تھی۔ فرق صرف یہ تھا کہ اس دور میں رائے معلوم کرنے کا ذریعہ زبان اور بیعت تھا اور ہمارے دور میں رائے معلوم کرنے کا طریقہ ووٹ ہے لہذا جو لوگ یہ کہتے ہیں کہ موجودہ طریقہ انتخاب اسلامی نہیں ہے بلکہ مغربی ہے وہ لوگ حقیقت میں دین سے ناواقف اور نابند ہیں۔

امردوم: چونکہ خلافت صدیق رضی اللہ عنہ صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے اجماع اور اتفاق سے ہوئی لہذا یہ خلافت حق ہے کیونکہ حدیث شریف میں ہے:

”لَا تَجْتَمِعُ أُمَّتِي عَلَى ضَلَالَةٍ“

میری امت گمراہی پر متفق اور مجتمع نہ ہوگی۔

تو جب عام امت گمراہی پر متفق نہیں ہو سکتی تو صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم جو کہ تمام امت سے افضل ہیں، باطل اور گمراہی پر کیسے متفق ہو سکتے ہیں؟

امرسوم: اسلام میں پہلی خلافت جب اتفاق رائے اور اجماع صحابہ کرام سے ہوئی تو ثابت ہوا کہ خلافت اجماعی ہے نہی نہیں۔

امر چہارم: خلافت نصی نہیں ہے اگر نصی ہوتی تو صحابہ پہلی خلافت کے وقت نص کا مطالبہ کرتے۔

امر پنجم: چونکہ خلافت صدیق حق ہے لہذا خلیفہ بلا فضل صرف اور صرف ابو بکر صدیق ہیں، رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

امر ششم: حضرت علی کی خلافت بلا فضل پر کوئی نص نہ تھی اگر نص ہوتی تو حضرت علی کرم اللہ وجہہ ضرورہ نص پیش کرتے اور اس سے سکوت نہ فرماتے کیونکہ حق سے سکوت ایک عام آدمی کیلئے بھی مناسب نہیں ہے، چنانچہ اسد اللہ الغالب حق سے سکوت کریں۔

امر ہفتم: اگر خلافت بلا فضل سیدنا حضرت علی ؓ کا حق ہوتا تو وہ ابو بکر صدیق ؓ کے ساتھ اپنے حق کیلئے ضرور جھگڑا کرتے جیسا کہ اپنا حق حاصل کرنے کیلئے امیر معاویہ ؓ

کے ساتھ جھگڑا کیا اور طرفین سے ہزاروں آدمی قتل ہوئے۔

امر ہشتم: اگر حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی خلافت بلا فضل پر نص موجود ہو تو لازم آئے گا کہ صحابہ کرام ؓ نے ابو بکر صدیق ؓ کو خلیفہ منتخب کر کے نص کی مخالفت کی اور یہ مخالفت صحابہ کرام ؓ سے منسور نہیں ہو سکتی۔

امر نہم: سیدنا ابو بکر صدیق ؓ کی خلافت کے حق ہونے پر بندہ نے جو دلائل ذکر کئے ہیں، یہ دلائل علامہ تفتازانی رحمہ اللہ تعالیٰ نے اپنی شہرہ آفاق تصنیف ”شرح عقائد نسفی“ میں ذکر کئے ہیں جو کہ مذہب اہل سنت کے بالکل مطابق ہیں اور اسی طرح علامہ تفتازانی نے شرح عقائد نسفی میں فاروق اعظم اور عثمان غنی ؓ کی خلافت اور اسکی حقانیت پر دلائل ذکر کئے ہیں۔

وہ بھی مذہب اہل سنت کے مطابق ہیں تو اس سے معلوم ہوا کہ علامہ سعد الدین تفتازانی رحمہ اللہ تعالیٰ اہل سنت ہی تھے جو ناواقف لوگ ان کو مائل بہ تشیع کہتے ہیں یہ ان پر بہتان محض ہے۔ اور اس بہتان کی تین وجہ ہیں:

وجہ اول: علامہ مرحوم محبت اہل بیت ہیں اور خارجی ذہن رکھنے والے لوگ محبت اہل بیت پر اس قسم کی بہتان تراشی کرتے رہتے ہیں، حالانکہ محبت اہل بیت عین ایمان ہے، بلکہ ایمان کی جان ہے۔

جب حضرت امام شافعی ؒ نے اہل بیت کی محبت کا اظہار کیا تو ان پر بھی کسی نے شیعہ ہونے کا بہتان لگایا تھا، تب امام شافعی ؒ نے برجستہ عربی شعر پڑھا، جو یہ ہے:

ان كان رفضاً حسب آل محمد

فَلَيْشُهِدَ الشَّقْلَانِ أَيْسَى رَا فَضْ

یعنی اگر رسول اللہ ﷺ کی آل پاک کی محبت کا نام رافضی ہونا ہے تو پھر تمام انسان اور جن گواہ ہو جائیں کہ شافعی بڑا رافضی ہے۔

وجہ دوم: علامہ تفتازانی نے شرح عقائد نسفی میں یزید پلید پر شخصی لعنت کا قول کیا ہے اور وہ

اس میں منفرد نہیں ہیں، حضرت امام احمد حنبل رحمہ اللہ تعالیٰ بھی اس کے قائل ہیں اور انہوں نے قرآن پاک کی ایک آیت سے استدلال کیا ہے۔

وجہ سوم: علامہ تفتازانی رحمہ اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب ”مختصر المعانی“ میں ایک مثال ذکر کی ہے جو یہ ہے: ”ذِكْبُ عِلْبِي وَهَرَبُ مُعَاوِيَةَ“ معترضوں نے یہ اعتراض کیا ہے کہ اس میں حضرت امیر معاویہ ؓ کی گستاخی کی گئی ہے جواب یہ ہے کہ اس مثال میں لفظ علی اور معاویہ سے دونوں صحابی مراد نہیں ہیں، جیسے ایک عام محاورہ ہے کہ لوگ موقع بموقع کہتے ہیں: ”حب علی بغض معاویہ“ اس مثال میں بھی دونوں صحابی مراد نہیں بلکہ کوئی شخص مراد ہوتے ہیں جن کا نام علی اور معاویہ ہے۔ ایک اور کہات ہے: ”لِكُلِّ فِرْعَوْنَ مُوسَى“ اس کہات میں بھی موسیٰ علیہ السلام اور فرعون مراد نہیں۔

امردہم: قبل ازیں جو علامہ تفتازانی کی عبارت بندہ نے خلافت صدیق ؓ کے متعلق ذکر کی ہے اس عبارت میں دو لفظ وضاحت کے قابل ہیں۔

اول: ”بعد المشاورة والمنازعة“

دوم: ”وَبَايَعَهُ عَلِيٌّ عَلَيْهِ السَّلَامُ وَاسْتَشْهَدَ بَعْدَ تَوَقُّفِهِ كَمَا كَانَ مِنْهُ“

تو لفظ اول میں جھگڑے سے کیا مراد ہے؟ اور لفظ دوم میں حضرت علی ؓ نے بیعت صدیق ؓ میں توقف کیا اس سے کیا مراد ہے۔ تو وضاحت یہ ہے حضرت ابو بکر صدیق ؓ کی خلافت کے وقت جھگڑا یہ ہوا کہ انصار نے کہا کہ: ”مَنْ آمَنُوا مِنْكُمْ امِيرٌ“ یعنی دو امیر اور امام ہونے چاہئیں، ایک انصار سے اور دوسرا مہاجرین سے تو حضرت ابو بکر صدیق ؓ نے انصار کو یہ حدیث سنائی کہ: ”الْأَلْفَةُ مِنْ قُرَيْشٍ“ یعنی آنحضرت ؐ نے فرمایا ہے کہ تمام امام قریش سے ہوں گے چونکہ قریش صرف مہاجرین سے تھے نہ کہ انصار سے تو انصار یہ حدیث سن کر اپنے مطالبہ سے دستبردار ہو گئے اور حضرت ابو بکر صدیق ؓ کو اپنا خلیفہ تسلیم کر لیا۔ دوسرے لفظ کی وضاحت یہ ہے کہ حضرت علی ؓ نے بیعت میں توقف دو وجہ سے کیا:

وجہ اول: توقف اس لئے تھا کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ آنحضرت ؐ کے غسل اور کفن میرہ میں مشغول تھے اور یہ توقف بہت تھوڑا سا تھا۔

وجہ دوم: آنحضرت ؐ کی وفات کا صدمہ حضرت فاطمہ زہرا کیلئے ناقابل برداشت تھا اور وصال کے متصل حضرت خاتون جنت بیمار ہو گئیں اور چھ ماہ کے بعد انتقال فرما گئیں۔

اس مدت میں حضرت علی ؓ خاتون جنت کی تیمارداری میں مصروف رہے اور چھ ماہ کے بعد بیعت کی۔

یہاں تک بندہ نے صدیق اکبر ؓ کی خلافت پر دلائل دئے ہیں اور یہ ثابت کیا ہے کہ خلافت اجماعی ہے نصی نہیں، اب یہ دیکھنا ہے کہ شیعہ نے اہل سنت کے دلائل کا کیا جواب دیا؟ اور اہل سنت نے ان کا کیا رد کیا؟ اہل سنت کی دلیل اول یہ تھی کہ اگر ابو بکر صدیق ؓ کی خلافت حق نہ ہوتی تو صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا اس پر اتفاق نہ ہوتا کیونکہ امت کا باطل پر اجماع منع ہے چنانچہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا باطل پر اجماع ہو اس دلیل کا جواب روافض نے جو دیا ہے اس کو صاحب غیر اس نے ان الفاظ میں ذکر کیا ہے:

”وَأَجَابَ الرِّوَا فُضُّ بِأَنَّهُمْ ارْتَدَوْا بَعْدَ مَوْتِ النَّبِيِّ ﷺ إِلَّا أَرْبَعَةً نَفَرًا أَبُو ذَرٍّ وَسَلْمَانَ وَ الْمَقْدَادَ وَعَلِيَّ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُمْ وَنَقَلُوا ذَلِكَ عَنْ جَعْفَرِ الصَّادِقِ الْفَتْرَاءَ بَاطِلًا“

دلیل اول کا شیعہ نے یہ جواب دیا کہ آنحضرت ؐ کے وصال کے بعد تمام صحابہ چار افراد کے سوا مرتد ہو گئے تھے۔ نَعُوذُ بِاللَّهِ مِنْ هَذِهِ الْخُرَافَاتِ اور شیعہ نے یہ جواب حضرت امام جعفر صادق سے نقل کیا ہے۔ اہل سنت نے یہ جواب کئی وجہ سے رد کیا ہے:-

وجہ اول: صاحب غیر اس نے جواب دیا کہ یہ اہل تشیع نے امام جعفر صادق ؓ پر افتراء اور بہتان باندھا ہے۔ امام جعفر صادق ؓ نے ایسا ہرگز نہیں کہا۔

وجہ دوم: جو صحابہ کہ آنحضرت ؐ کے وصال کے وقت موجود تھے انکی تعداد ایک لاکھ سے زیادہ تھی اور جس طرح یہ صحابہ کرام آنحضرت ؐ کے جاں نثار اور فرماں بردار تھے، کسی اور

نبی کے صحابہ ایسے فرماں بردار نہ تھے تو اگر شیعہ کی بات تسلیم کر لی جائے کہ آنحضرت ﷺ کے وصال کے بعد چار کے سوا سب صحابہ دین سے پھر گئے تھے، نعوذ باللہ من ذالک تو اس میں آنحضرت ﷺ کی شدید توہین ہے کہ آپ کی تربیت اتنی کمزور اور ضعیف تھی کہ وہ صحابہ جو کہ جاں نثاری میں اپنی نظیر آپ تھے، سب آپ کے وصال کے بعد دین سے پھر گئے۔

الغرض شیعہ کے عقائد ایسے ہیں کہ ان سے صحابہ کرام کے سوا آنحضرت ﷺ اور اہل بیت اطہار کی بھی سخت توہین ہوتی ہے۔ دراصل یہ ٹولہ صحابہ کرام کے علاوہ آنحضرت ﷺ اور اہل بیت کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا بھی دشمن ہے اور ان کا دعویٰ محبت اہل بیت بالکل باطل ہے۔

وجہ سوم: نیراس میں ہے:

”ولا يخفى ان من بلغت حماقة بكفر الصحابة اجمع فليس باهل الخطاب“

خلاصہ عبارت یہ ہے کہ جس گروہ کی حماقت اور بے عقلی اس درجہ کو پہنچ چکی ہے کہ وہ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی تکفیر کرتے ہیں وہ اس لائق ہی نہیں کہ انکو خطاب کیا جائے کیونکہ ان کا یہ دعویٰ ہی بالکل باطل ہے۔

وجہ چہارم: نیراس شرح ”شرح عقائد“ میں ہے:

”ذكر بعض الاكابر ان الروافض شرمين اليهود والنصارى فان اليهود على ان خير الامم اصحاب موسى على نبينا وعليه الصلوة والسلام والنصارى على ان خيرهم اصحاب عيسى على نبينا وعليه الصلوة والسلام والروافض على ان شر الناس اصحاب محمد ﷺ“

خلاصہ رد یہ ہے کہ رافضی یعنی شیعہ یہود اور نصاریٰ سے بدتر ہیں کیونکہ یہود کا عقیدہ یہ ہے کہ تمام امتوں سے موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اصحاب افضل اور خیر ہیں اور نصاریٰ کا عقیدہ یہ ہے کہ تمام امتوں سے افضل حضرت عیسیٰ صلی علیہ وآلہ وسلم و الصلوٰۃ والسلام

کے اصحاب ہیں، لیکن اس کے برعکس رافضیوں اور اہل تشیع کا عقیدہ یہ ہے کہ تمام لوگوں سے بدتر اور شرمز محمد ﷺ کے اصحاب ہیں۔

”قَالَ الْأَسَافُ الرَّازِيُّ نَمْلَةٌ وَادِي النَّمْلِ أَغْفَلٌ مِنَ الرَّافِضِيِّ وَجِهَةٌ خَمْسٌ: فَإِنَّهَا الْقَاتِلَةُ لِمَنْ خَلَعُوا مَسَاجِدَكُمْ لَا يَخْطُمَنَّكُمْ سُلَيْمَانٌ وَجُنُودُهُ وَهُمْ لَا يَشْعُرُونَ فَإِنَّهَا لَمْ تَجْزِ الظُّلَمَ مِنْ أَصْحَابِ سُلَيْمَانَ عَمْدًا عَلَى النَّمْلِ وَالرُّوَافِضِ يَعْتَقِدُونَ الظُّلَمَ مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ ﷺ عَلَى أَهْلِ بَيْتِهِ“

خلاصہ عبارت یہ ہے کہ امام رازی نے فرمایا: ”کہ قرآن کی سورۃ نمل میں جس نملۃ اور چیونٹی کا ذکر ہے وہ چیونٹی رافضی اور شیعہ سے زیادہ سمجھدار ہے کیونکہ اس چیونٹی نے اور چیونیوں کو کہا تھا کہ اپنے بلوں میں گھس جاؤ ایسا نہ ہو کہ سلیمان علیہ السلام اور ان کا لشکر تمہیں بے سمجھی اور بھول سے روند ڈالے تو اس چیونٹی کا یہ عقیدہ تھا کہ سلیمان علیہ السلام کے اصحاب چیونٹی جیسی حقیر چیز پر بھی عداوت اور جان بوجھ کر ظلم نہیں کر سکتے اور رافضی یہ عقیدہ رکھتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ کے صحابہ نے اہل بیت نبی ﷺ پر عداوت اور جان بوجھ کر ظلم کیا ہے۔

یہاں تک اہل سنت نے سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خلافت کی دلیل اول پر ہونے والے اعتراض کا پانچ وجہ سے جواب دیا اور رد کیا۔ اب خلافت صدیق پر اہل سنت کی دلیل دوم کا شیعہ کی طرف سے جواب اور اس کا رد ملاحظہ ہو۔

خلافت صدیق پر اہل سنت کی دلیل دوم:

خلافت صدیق پر دلیل دوم یہ ہے کہ اگر حضرت صدیق اکبر کی خلافت درست اور صحیح نہ ہوتی تو حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم، حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے ساتھ اسی طرح لڑائی کرتے جیسی لڑائی حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ کی اور دونوں طرف سے ہزاروں آدمی قتل ہوئے، حالانکہ ایسی کوئی لڑائی نہیں ہوئی تو معلوم ہوا کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم اس خلافت پر راضی تھے حالانکہ اسد اللہ الغالب باطل پر راضی نہیں ہو سکتے۔

اہل تشیع کی طرف سے دلیل سوم کا جواب:

”اجیبب بانہ لم یکن لہ شوکۃ زمن ابی بکر الصدیقؓ“

اہل تشیع نے دلیل دوم کا یہ جواب دیا ہے کہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خلافت کے وقت حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم بہت کمزور تھے اور ان میں اتنی طاقت نہ تھی کہ وہ ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ لڑائی اور مقابلہ کرتے۔

اس جواب کو اہل سنت نے روکیا ہے، جس کا خلاصہ صاحب نیر اس نے پائیں الفاظ ذکر کیا ہے:

وَهُوَ بَاطِلٌ لِأَنَّ بَيْنِي هَاشِمٍ يُؤْمِدُ فِي خَاتَمَةِ الْوَقْفِ الْقَرِيبِ عَقْدَ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ وَكَثْرَةِ أَتْبَاعِهِمْ وَكَانَ أَبُو بَكْرٍ الصِّدِّيقُ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ مِنْ بَيْنِي تَيْمٍ وَهُمْ أَضْعَفُ وَلَمَّا سَمِعَ أَبُو قُحَافَةَ أَنَّ النَّاسَ يَتَّبِعُونَ ابْنَهُ قَالَ أَرَضَيْتَ بِذَلِكَ بَنُو عَبْدِ مَنَافٍ قِيلَ نَعَمْ وَمِنْ جِهَاتٍ بَعْضُ الرِّوَايَةِ أَنَّهُمْ يُكْفِرُونَ عَلِيًّا بِسُكُوتِهِ عَنِ الْخُصُومَةِ“

خلاصہ عبارت یہ ہے کہ شیعہ کا یہ کہنا کہ خلافت الصدیق کے وقت حضرت علیؓ کمزور تھے، بالکل باطل ہے کیونکہ آنحضرت ﷺ کا زمانہ قریب تھا لہذا ابو ہاشم اس وقت بڑے طاقت ور تھے اور ان کے تابعین کثرت سے تھے اگر حضرت علی خلافت الصدیق کی مخالفت کرتے تو بہت لوگ ان کی حمایت کرتے۔ بظاہر اس وقت حضرت ابو بکر صدیقؓ کمزور تھے اور ان کا قبیلہ بنو تیم ضعیف تھا حتیٰ کہ حضرت ابو بکر کے والد ابوقحافہؓ نے جب یہ سنا کہ لوگوں نے تمہارے بیٹے کے ساتھ بیعت کی ہے تو انہوں نے تعجب سے پوچھا کہ کیا عبد مناف کی اولاد بھی اس پر رضامند ہوگی ہے تو ان کو جواب دیا گیا کہ ہاں راضی ہوگئی۔ ہے۔ اب بندہ ایک تاریخی واقعہ ذکر کرتا ہے کہ آنحضرت ﷺ کے وصال کے بعد حضرت عباس بن عبدالمطلبؓ نے حضرت علیؓ کو فرمایا کہ تم ہاتھ پھیلاؤ میں تمہارے ہاتھ پر خلافت کی بیعت کرنا ہوں تاکہ لوگ کہیں کہ نبی ﷺ کے چچا نے نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے چچا زاد کی بیعت کی ہے، تو حضرت علیؓ نے اس سے انکار کیا کہ اس سے مسلمانوں میں انتشار پھیلتا ہے لہذا امام اور خلیفہ ہوگا جس پر مسلمان جس پر متفق ہو جائیں گے۔ صاحب نیر اس لکھتے ہیں کہ بعض جاہل رافضیوں نے دلیل دوم کا یہ جواب دیا ہے

حضرت علیؓ پر لازم تھا کہ خلافت صدیق کی مخالفت کرتے، ان جاہلوں نے ترک حالت پر حضرت علیؓ کی تکفیر کی ہے۔ نعوذ باللہ من ذالک۔

اہل شیعہ نے اہل سنت کی دلیل دوم کا جو جواب دیا یہاں تک اس جواب کا اور اہل سنت کی طرف سے اس کے رد کا ذکر ہوا۔

اب اہل سنت کی دلیل سوم کا اہل شیعہ نے جو جواب دیا ہے اس جواب اور اس کے رد کا ذکر کیا جاتا ہے۔

دلیل سوم یہ تھی کہ اگر حضرت علیؓ کی خلافت پر نص ہوتی تو حضرت علیؓ اس نص کو ضرور ذکر کرتے اور اس نص سے اپنی خلافت پر دلیل قائم کرتے حالانکہ آپ نے ایسا نہیں کیا تو معلوم ہوا کہ آپ کی خلافت پر کوئی نص نہیں ہے اور خلافت اجماعی ہے۔

اس دلیل سوم کا اہل شیعہ نے جو جواب دیا ہے، صاحب نیر اس نے اس کو ان الفاظ میں ذکر کیا ہے: ”وَأُخْبِيبُ بِأَنَّهُ خَافَ عَنْ شَرِّهِمْ وَكَذَلِكَ كُلُّ مَا رُوِيَ عَنْ عَلِيٍّ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ فِي حَقِّ الْخُلَفَاءِ الثَّلَاثَةِ وَاعْتَبَرِ فِيهِ بِفَضْلِهِمْ إِنَّمَا كَانَ لِلنَّبِيِّ“

دلیل سوم کا اہل شیعہ نے جو جواب دیا ہے اس کا خلاصہ یہ ہے کہ حضرت علیؓ نے باوجود اس کے کہ ان کے پاس اپنی خلافت پر نص تھی اس نص کو چھپایا اس لئے کہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو دوسرے صحابہ سے ڈرتھا کہ اگر نص کو ظاہر کیا گیا تو دوسرے صحابہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو تکلیف دیں گے یعنی حضرت علیؓ نے ڈر کر نص کو چھپایا اور تقیہ کیا اور جہاں بہر حضرت علیؓ سے روایات ہیں جن میں خلفاء ثلاثہ کی تعریف اور ان کی بزرگی کا اعتراف و اقرار ہے۔ اہل شیعہ اس کو تقیہ پر محمول کرتے ہیں یعنی اسد اللہ الغالب نے یہ سب ڈر اور خوف کی وجہ سے کیا۔

اہل سنت نے اس جواب کو رد کیا ہے اور اس رد کو صاحب نیر اس نے ان الفاظ میں ذکر کیا، ملاحظہ ہو: ”وَهَذَا بَاطِلٌ لِأَنَّهُ لَوْ كَانَ كَذَلِكَ لَمْ يَصْخُحْ أَنْ يُسَكَّنَ عَلِيٌّ“

عَنْ أَطْبَارِ النَّصِّ لَأَنَّ السُّكُوتَ عَنِ الْحَقِّ وَالرَّضَاءِ بِالْبَاطِلِ لَا يَجُوزُ“
اس رو کا خلاصہ یہ ہے کہ اگر حضرت علیؑ کی خلافت پر نص ہوتی تو حضرت علیؑ
کرم اللہ وجہہ اس کو ضرور بیان کرتے کیونکہ اظہار حق سے سکوت ایک عام مسلمان سے بھی
جائز نہیں چہ جائیکہ اسد اللہ الغالب حق سے سکوت کرتے، باقی رہی یہ بات کہ حضرت علیؑ
نے تقیہ کیا ہے تو اس کا رد صاحب نبراس نے ان الفاظ میں بیان کیا ہے:

”وَهَذَا فِي غَايَةِ الْبُطْلَانِ لِأَنَّهُ نَسَبَهُ الدَّلِيلُ إِلَى أَسَدِ اللَّهِ الْغَالِبِ وَلَوْ
ثَبَتَ التَّقِيَّةُ لَارْتَفَعَ الْأَعْبَازُ عَنْ أَقْوَالِهِمْ وَأَفْعَالِهِمْ وَمَا رَوَى عَنْ جَعْفَرِ بْنِ
الصَّادِقِ أَنَّهُ قَالَ: التَّقِيَّةُ دِينِي وَدِينُ آبَائِي فَأَقْبِرُوا“

خلاصہ یہ کہ تقیہ کی نسبت اسد اللہ الغالب کی طرف بالکل باطل ہے، کیونکہ تقیہ
کمزور اور ذلیل اور ڈر پوک آدمی کرتا ہے اور کوئی مسلمان اس ذلت اور کمزوری کی نسبت
حیدر کرار کی طرف نہیں کر سکتا۔ تقیہ حق کو چھپانا اور باطل کو ظاہر کرنا ہے اور اگر حضرت علیؑ
اور دیگر ائمہ اہل بیتؑ کے لئے تقیہ ثابت کر دیا جائے تو ان کے قول و فعل پر سے اعتماد اٹھ
جائے گا۔ کیونکہ وہ جو بھی کریں گے تو یہ احتمال ہو گا کہ یہ ظاہری قول باطل ہے اور حق کو
چھپا رکھا ہے اور یہ جو امام جعفر صادقؑ سے روایت ہے کہ تقیہ میرا اور میرے آباء کا دین
ہے جس نے تقیہ نہیں کیا وہ ہم سے نہیں ہے۔ یہ حضرت امام جعفر صادقؑ پر افتراء ہے اور اگر
روایت درست ہو تو تقیہ سے مراد تقویٰ اور خدا سے ڈرنا ہے۔

سیدنا ابو بکر صدیقؓ کی خلافت پر صحابہ کا اتفاق ہے اور صحابہ کے متعلق یہ تصور
نہیں کیا جاسکتا کہ وہ باطل پر استقامت کریں اور نص پر عمل کو ترک کریں، تو ثابت ہوا کہ خلافت
الصديقؓ حق ہے اور خلافت اجماعی ہے اور حضرت علیؑ کی خلافت بلا فصل پر کوئی نص
نہیں ہے۔

ابنہاء میں بندہ بیان کر چکا ہے کہ بندہ نے اپنے رسالہ ”عقیدہ اہل سنت“ پر جو
اضافہ کیا ہے اس کے تین اجزاء ہیں۔

جز اول میں بیان کیا گیا ہے کہ اہل تشیع کے متعلق علماء اہل سنت کا کیا فتویٰ ہے؟
اضافہ کی دوسری جزء بیان کی جاتی ہے، جس میں بیان کیا جائے گا کہ اہل بیت رسول
کا سیدنا ابو بکر صدیق اور سیدنا فاروق اعظم کے ساتھ کیا تعلق ہے؟ یہ تعلق ایک تاریخی
حقیقت ہے جسے جھٹلایا نہیں جاسکتا۔ اہل سنت اور شیعہ اس تاریخی واقعہ پر متفق ہیں۔

تاریخی واقعہ یہ ہے کہ خلافت فاروق اعظم میں فارس فتح ہوا اور مسلمانوں نے
فارس کے جو قیدی بنائے ان میں شاہ فارس کی تین شاہزادیاں تھیں۔ ایک مائی شہر بانو اور دو
انہی ہم شیر گان تھیں۔ فاروق اعظمؓ نے ارادہ کیا کہ ان شاہزادیوں کو بیچ دیا جائے تو حضرت
علیؑ نے فرمایا: ”کہ یہ شاہزادیاں ہیں ان کے ساتھ دوسرے قیدیوں والا معاملہ نہ کیا
جائے تو فاروق اعظمؓ نے تینوں شاہزادیاں حضرت علیؑ کے سپرد کر دیں، تو حضرت
علیؑ نے حضرت شہر بانوؑ اپنے صاحبزادے امام حسینؑ کے عقد میں دیں اور ان
سے حضرت سیدنا امام علی زین العابدینؑ پیدا ہوئے اور دوسری شاہزادی حضرت عبداللہ بن عمر
ؑ کے عقد میں دیں اور ان سے حضرت سالمؑ پیدا ہوئے، اور تیسری شاہزادی حضرت
محمد بن ابی بکر کے عقد میں دیں اور ان سے حضرت قاسمؑ پیدا ہوئے۔

اب غور فرمائیں کہ سیدنا امام حسینؑ اور سیدنا عبداللہ بن عمرؑ اور سیدنا محمد
بن ابی بکرؑ، یہ تینوں جو کہ خلفاء راشدین کی اولاد ہیں آپس میں ہم زلف ٹھہرے اور یہ
پہلا تعلق ہے جو کہ اہل بیت کا سیدنا ابو بکر صدیق اور سیدنا عمر فاروقؑ کے ساتھ پیدا ہوا،
اور پھر یہ جاننا ضروری ہے کہ حضرت زین العابدینؑ اور حضرت سالمؑ اور حضرت قاسمؑ، یہ
تینوں باہم خالہ زاد ٹھہرے کیونکہ تینوں مائیں باہم ہم شیر گان تھیں اور فارس کے آخری بادشاہ
یزید ورجہ کی شاہزادیاں اور بیٹیاں تھیں۔

اہل بیت اطہار کا سیدنا ابو بکر صدیق اور سیدنا عمر فاروق کے ساتھ یہ دوسرا تعلق
ہے اور ہر آدمی جانتا ہے۔ خالہ زادوں کی باہم کتنی الفت اور محبت ہوتی ہے۔ پنجابی میں اس
محبت کے متعلق ایک مقولہ قارئین کی ضیافت طبع کیلئے یہاں درج کیا جاتا ہے۔

((مقولہ: ماں نہ سوئی ماسی سوئی)) یعنی ماں نے بچے کو نہیں جنا، خالہ نے جنا ہے۔ جس کا مطلب یہ ہے کہ ماں، ماں نہیں ہے بلکہ خالہ ماں ہے۔ یہ تینوں خالہ زاد اپنے دور کے بڑے محدث اور فقیہ اور صوفی ہوئے ہیں۔ یہ دو تعلق جو اہل بیت کے سیدنا ابو بکر صدیق اور سیدنا عمر فاروق کے ساتھ ہیں۔ ہر دو کے درمیان مشترک ہیں۔

اب بندہ اہل بیت کا حضرت ابو بکر صدیق کے ساتھ شخص تعلق ذکر کرتا ہے جو کہ مابہ الاشتراک کے بعد مابہ الامتیاز ہے۔ یہ شخص تعلق یہ ہے کہ حضرت ابو بکر صدیق کے دو صاحبزادے تھے۔ ایک محمد بن ابی بکر اور دوسرے عبدالرحمن بن ابی بکر۔

پہلے گزر چکا ہے کہ محمد بن ابی بکر کی شادی خانہ آبادی فارس کے بادشاہ یزدجرد کی شہزادی کے ساتھ ہوئی، اور اس سے حضرت قاسم پیدا ہوئے، اور دوسرے صاحبزادے عبدالرحمن کی ایک لڑکی تھی جس کا نام اسماء بنت عبدالرحمن تھا تو حضرت قاسم کی شادی اپنی بچا زاد اسماء بنت عبدالرحمن سے ہوئی، اور ان کی ایک صاحبزادی پیدا ہوئی، جس کا نام اُمّ فروة تھا۔ قبل ازیں گزر چکا ہے کہ سیدنا علی زین العابدین اور سیدنا قاسم بن محمد بن ابی بکر ہر دو خالہ زاد تھے۔ سیدنا زین العابدین کا صاحبزادہ تھا جن کا نام امام محمد باقر تھا اور سیدنا قاسم کی صاحبزادی تھی جن کا نام فروة تھا۔ سیدنا زین العابدین نے اپنے لڑکے امام محمد باقر کے لئے اپنے خالہ زاد حضرت قاسم سے انکی صاحبزادی حضرت ام فروة کا رشتہ مانگا جو انہوں نے دیدیا تو حضرت امام محمد باقر کی حضرت ام فروة کے ساتھ شادی ہوئی اور حضرت امام جعفر صادق پیدا ہوئے۔

اب غور کریں کہ حضرت ام فروة جو کہ امام جعفر صادق کی والدہ ہیں۔ انکے حضرت ابو بکر صدیق کے ساتھ دور رشتے ہیں۔ ان کے والد حضرت قاسم، حضرت ابو بکر صدیق کے پوتے ہیں اور انکی والدہ حضرت اسماء ابو بکر صدیق کی پوتی ہیں۔ تو امام جعفر صادق کے بھی والدہ کے واسطے سے حضرت ابو بکر صدیق کے

خالہ دور رشتے ہیں۔

حضرت قاسم جو کہ ابو بکر صدیق کے پوتے ہیں، امام جعفر صادق کے نانا ہیں اور حضرت اسماء جو کہ ابو بکر صدیق کی پوتی ہیں۔ یہ امام جعفر صادق کی نانی ہیں اور حضرت امام جعفر صادق اپنی والدہ ام فروة کے لحاظ سے ابو بکر صدیق کے نواسے ہیں۔ اسی لئے امام جعفر صادق فرماتے تھے:

”ولدنی الصدیق مرتین“ یعنی ابو بکر صدیق نے مجھے دو دفعہ جنا۔

امام جعفر صادق کا اشارہ اسی دور ہرے تعلق کی طرف تھا جو کہ انکو اپنے نانا قاسم اور نانی اسماء کی وجہ سے حاصل تھا۔

یہاں یہ بات قابل غور ہے کہ ذی عزت اور شریف لوگ اپنی اولاد کے رشتے خود کرتے ہیں اور اس خاندان میں کرتے ہیں جو کہ ہر طرح سے شریف اور ذی عزت اور دیندار اور ہم مرتبہ اور ہم پلہ ہوتا ہے خصوصاً اہل بیت رسول جو کہ دین اور دنیا کے لحاظ اور حسب و نسب کے لحاظ سے تمام امت سے اشرف اور ذی عزت ہیں، یہ تو اپنی اولاد کے رشتے یقینی طور پر شریف اور ذی عزت اور دین دار گھرانوں میں ہی کرتے ہوں گے۔

تو سیدنا علی زین العابدین نے جو اپنے صاحبزادے امام محمد باقر کیلئے حضرت قاسم سے رشتہ مانگا اور پھر شادی ہوئی اور امام جعفر صادق پیدا ہوئے تو سیدنا زین العابدین یقینی طور پر حضرت قاسم اور ابو بکر صدیق کے گھرانے کو شریف اور ذی عزت اور دیندار سمجھتے تھے۔ ابو بکر صدیق اور ان کے خاندان کے متعلق جو اہل شیعہ کا عقیدہ ہے، اگر سیدنا زین العابدین کا اہل شیعہ والا عقیدہ ہوتا تو وہ اپنے بزرگ تر صاحبزادے کا رشتہ کسی ابو بکر صدیق کے گھرانے میں نہ کرتے۔

تو ثابت ہوا کہ اہل تشیع اہل بیت اطہار کے طریقہ پر نہیں ہیں اور اہل بیت کے دوستوں اور رشتہ داروں کے دشمن ہیں اور یہ امر مسلم ہے کہ دوست کا دشمن بھی دشمن ہوتا ہے تو اہل تشیع دشمن اہل بیت ٹھہرے، اور ان کا دعویٰ محبت نراؤ حوگ اور نفاق ہے۔

اہل بیت کا حضرت ابو بکر صدیق ؓ کے ساتھ یہ خصوصی تعلق ہے جس میں کوئی شریک نہیں۔ یہ ایسا تعلق ہے جو اس امر کا مقتضی ہے کہ مسلمان حضرت ابو بکر صدیق ؓ اور ان کے گھرانے کے ساتھ محبت کریں اور اچھا عقیدہ رکھیں نہ کہ دشمنی اور اس گھرانے کے ساتھ دشمنی، اہل بیت کے ساتھ دشمنی ہے۔ العباد باللہ تعالیٰ۔

اب بندہ یہاں عظیم امام، امام محمد باقر ؓ کی ایک خصوصی منقبت اور عزت اور شرافت ذکر کرتا ہے۔ حدیث کی کتابوں میں حضرت جابر ؓ سے ایک حدیث ذکر کی گئی ہے جس کو صاحب نبراس نے بایں الفاظ ذکر کیا ہے، ملاحظہ ہو:

”عَنْ جَابِرٍ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ قَالَ كُنْتُ جَالِسًا عِنْدَ النَّبِيِّ ﷺ وَالْحُسَيْنِ فِي حُجْرِهِ فَقَالَ يَا جَابِرُ يَوْمَ لَذْلَةٍ وَلَذِ اسْمُهُ عَلِيُّ إِذَا كَانَ يَوْمُ الْقِيَامَةِ نَادَى مُنَادٍ لِيَقُمْ سَيِّدُ الْعَارِفِينَ فَيَقُومُ وَلَذِهِ ثُمَّ يَوْمَ لَذْلَةٍ وَلَذِ اسْمُهُ مُحَمَّدٌ فَإِنْ أَذْرَكْتَهُ يَا جَابِرُ فَافْرَقْنَاهُ مِنِّي السَّلَامُ رَوَاهُ ابْنُ الْمَدِينِ“

خلاصہ حدیث یہ ہے کہ حضرت جابر ؓ فرماتے ہیں کہ میں نبی کریم ﷺ کے پاس بیٹھا تھا اور حضرت حسین ؓ آپ ﷺ کی گود میں بیٹھے تھے پس آپ ﷺ نے فرمایا:

اے جابر ؓ (یعنی امام حسین ؓ) کا ایک لڑکا پیدا ہوگا جس کا نام علی ہو گا۔ جب قیامت کا دن ہوگا تو ندا کرنے والا ندا کرے گا کہ عارفوں کا سردار کھڑا ہو جائے تو سیدنا حسین کا ولہ کھڑا ہوگا یعنی سیدنا علی زین العابدین، پھر اس علی زین العابدین کا ایک لڑکا پیدا ہوگا جس کا نام محمد ہوگا یعنی امام محمد باقر، پھر آنحضرت ﷺ نے حضرت جابر ؓ کو خطاب کرتے ہوئے فرمایا کہ اے جابر ؓ اگر تو اس کو یعنی محمد کو پائے تو اس کو میرا سلام پہنچانا۔

آنحضرت ﷺ کے اس فرمان سے حضرت جابر کو یقین ہو گیا کہ وہ ضرور امام محمد باقر کو پائیں گے آخر وقت گزرتا رہا اور حضرت جابر اس انتظار میں رہے کہ کب ملاقات ہوتی ہے؟ ایک دن حضرت سیدنا زین العابدین ؓ، حضرت جابر ؓ کے پاس آئے اور ان کے ساتھ ان کا بیٹا محمد باقر بھی تھا۔ اس وقت امام محمد باقر ؓ نابالغ بچے تھے تو حضرت زین

العابدین ؓ نے بیٹے محمد کو فرمایا کہ اپنے چچا کے سر کو بوسہ دو تو امام محمد، حضرت جابر ؓ کے اہل بیت ہوئے اور ان کے سر کو بوسہ دیا اور حضرت جابر ؓ چونکہ اس وقت نابالغ ہو چکے تھے، اس لئے انہوں نے سوال کیا کہ یہ بوسہ دینے والا کون ہے؟ تو حضرت زین العابدین ؓ نے جواب دیا کہ یہ میرا بیٹا محمد ہے، تو حضرت جابر ؓ نے امام محمد باقر ؓ کو گلے لگایا اور آنحضرت ﷺ کا سلام پہنچایا۔

یہ امام محمد باقر ؓ کی خصوصی فضیلت ہے اور اہل بیت کا ابو بکر کے ساتھ خصوصی تعلق ہے کہ امام محمد باقر ؓ کی شادی ابو بکر صدیق ؓ کے گھرانے میں ہوئی اور امام جعفر صادق ؓ پیدا ہوئے۔ اور ان سے تمام اہل بیت اور ائمہ اطہار پیدا ہوئے۔

یہاں تک بندہ نے اہل بیت کے ساتھ حضرت ابو بکر اور فاروق اعظم کا مشترک تعلق اور ابو بکر صدیق کا مختص تعلق بیان کیا، اور یہ تعلق اس امر کا مقتضی ہے کہ اہل بیت سے محبت کرنے والا حضرت ابو بکر صدیق اور حضرت عمر فاروق ؓ کے ساتھ محبت کرے اور ان دو کا دشمن اہل بیت رسول ﷺ کا دشمن ہے۔

اب بندہ اہل بیت کے ساتھ امیر عمر ؓ کا مختص اور مابہ الامتیاز تعلق بیان کرتا ہے اور اس کی دو تقریریں ہیں:-

تقریر اول: امیر عمر فاروق ؓ کے حکم سے اسلامی لشکر نے فارس پر حملہ کیا اور فارس سے جہاد کیا تو حضرت شہر بانو قیدی ہو کر آئیں اور ان کے ساتھ انکی دو ہمشیرگان بھی قید ہو کر آئیں اور فاروق اعظم نے یہ تینوں حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے حوالے کیں اور انہوں نے حضرت شہر بانو اپنے صاحبزادے امام حسین ؓ کے عقد میں دیں، اور سیدنا زین العابدین ؓ پیدا ہوئے اور ان سے تمام اہل بیت حسینی چلی اور پھیلی اور حضرت علی ؓ نے حضرت شہر بانو کی ایک ہمشیرہ محمد بن ابی بکر کے عقد میں دیں اور ان سے حضرت قاسم پیدا ہوئے جو کہ امام جعفر صادق کے نانا اور ان کے والد ماجد امام محمد باقر کے سر ہیں اور پھر حضرت قاسم کی اپنے چچا عبدالرحمن کی صاحبزادی حضرت اسماء سے شادی ہوئی تو ام فروہ پیدا ہوئیں جو کہ

امام محمد باقر علیہ السلام کی اہلیہ اور امام جعفر صادق علیہ السلام کی والدہ ماجدہ ہیں اور پھر ان سے اہل بیت کی نسل چلی اور پھیلی۔

خلاصہ یہ کہ فاروق اعظم کے ذریعہ تمام اہل بیت کی نسل پھیلی اور چلی، اگر عمر فاروق رضی اللہ عنہ اسلامی لشکر کو فارس پر حملہ کا حکم نہ دیتے تو نہ حضرت شہر بانو اور انکی دو ہمشیرگان قید ہو کر آتیں اور نہ حضرت شہر بانو حضرت امام حسین کے عقد میں آتیں اور نہ سیدنا زین العابدین پیدا ہوتے اور نہ اہل بیت حسینی کی نسل وجود میں آتی اور اسی طرح فاروق اعظم لشکر کو فارس پر حملہ کا حکم نہ دیتے تو فارس فتح نہ ہوتا اور حضرت شہر بانو کی ہمشیرگان بھی قید ہو کر نہ آتیں تو وہ محمد بن ابی بکر اور عبداللہ بن عمر کے عقد میں بھی نہ آتیں اور نہ حضرت قاسم پیدا ہوتے اور نہ حضرت سالم اور نہ ام فروۃ پیدا ہوتیں اور نہ یہ امام محمد باقر علیہ السلام کے نکاح میں آتیں اور نہ امام جعفر صادق علیہ السلام پیدا ہوتے اور یوں اہل بیت کی نسل آگے نہ بڑھتی۔

خلاصہ یہ ہے کہ اہل بیت حسینی کے پھیلنے کا سبب سیدنا امیر عمر فاروق رضی اللہ عنہ ہیں، اور فاروق اعظم کے ساتھ اہل بیت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ خصوصی تعلق ہے کہ یہ اہل بیت کے پھیلنے کا سبب ہیں اور اہل تشیع اور تمام مسلمانوں کو امیر عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا شکر گزار ہونا چاہیے کہ وہ اہل بیت کی نسل کے پھیلنے کا سبب بنے اور اب جو امیر عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے ساتھ بغض رکھتا ہے وہ اسکو پسند نہیں کرتا کہ اہل بیت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پھیلے بلکہ اہل بیت کے انقطاع کو پسند کرتا ہے تو ایسا آدمی اہل بیت کا بدخواہ اور دشمن ہے تو نتیجہ یہ ہوا کہ فاروق اعظم کا دشمن اہل بیت کا بدخواہ اور دشمن ہے۔ امیر عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا اہل بیت کے ساتھ جو محقق اور ماہر الایمان تعلق ہے، اس کی دو تقریریں تھیں ایک تقریر ختم ہوئی، دوسری تقریر ملاحظہ ہو۔

تقریر دوم: قبل ازیں گزر چکا ہے کہ اہل تشیع اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ بہت برا عقیدہ رکھتے ہیں یہاں تک کہ اہل تشیع کا عقیدہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد چار صحابہ کے سوا تمام صحابہ دین سے پھر گئے اور امیر عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے جو ملک فارس فتح کیا۔ یہ بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد کا واقعہ ہے تو اہل شیعہ کے عقیدہ کے مطابق

امام عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے جو ملک فارس فتح کیا تو یہ جہاد اور کار ثواب نہیں ہوگا بلکہ ظلم و ستم ہوگا اور پھر حضرت شہر بانو اور انکی دو ہمشیرگان کو قیدی بنانا بھی ناجائز اور ظلم و زیادتی اہل بیت ہوگا اور پھر ان تینوں شہزادیوں کو حضرت امام حسین علیہ السلام اور حضرت محمد بن ابی بکر اور عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کے سپرد اور حوالے کرنا بھی ناجائز اور ظلم و زیادتی ہی ہوگا اور ان تینوں سے جو اولاد پیدا ہوئی یعنی سیدنا علی زین العابدین رضی اللہ عنہ اور سیدنا قاسم رضی اللہ عنہ اور سیدنا سالم رضی اللہ عنہ شیعہ مذہب کے مطابق انکے نسب پر عموماً اور اہل بیت اطہار کے نسب پر عموماً ایسا دھبہ لگے گا کہ اس کے تصور سے ہی مسلمان کے رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں اور مسلمان کا کلیجہ منہ کو آتا ہے۔

حیرت ہے کہ شیعہ مذہب میں بڑے بڑے علماء بھی گزرے ہیں وہ ان فاسد عقائد پر مرتب برے اثرات سے کیوں غافل اور جاہل ہیں؟ درحقیقت مذہب شیعہ ابن سبا یہودی کا گمراہ ہوا ہے اور اس نامراد یہودی کا تو مقصد ہی اہل بیت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی توہین اور ان کے نسب پاک پر بہتان باندھنا ہے تو اب ایسے عقائد فاسدہ پر حیرت اور تعجب نہیں ہے۔ حیرت تب ہے اور تعجب اس وقت ہے کہ کوئی مسلمان ایسا بد عقیدہ رکھتا ہو اگر کوئی یہودی النسل ایسا عقیدہ بد اور ناپاک رکھے تو حیرت اور تعجب نہیں کیونکہ وہ اسلام اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپکی اہل بیت پاک کا دشمن ہے اور کوئی شخص اپنے دشمن کے متعلق اچھے عقائد نہیں رکھتا بلکہ ایسے عقائد رکھتا ہے کہ جس سے اس کے دشمن کی توہین ہو اور ذلت۔

بندہ قبل ازیں ذکر کر چکا ہے کہ بندہ نے ایک رسالہ بنام ”عقیدہ اہل سنت“ لکھا اور بعض معزز احباب نے فرمائش کی کہ اس رسالہ میں زیادتی اور اضافہ کیا جائے۔ لہذا بندہ نے اصل رسالہ پر تقریباً چار حصہ اضافہ کیا ہے اور اس اضافہ کے تین اجزاء ہیں۔ دو جزء یہاں تک ختم ہوئے۔ اب جزء سوم بیان کی جاتی ہے جو کہ بہت اہم ہے۔ تو یہ جزء سوم ایک تو اہم ہے اور دوسرا یہ کہ طویل بھی ہے تو گویا کہ یہ جزء سوم ایک پورا رسالہ ہے اس لئے کہ اس کے ابتداء میں مستقل خطبہ تحریر کیا جاتا ہے تاکہ اگر کوئی صاحب اس جزء سوم کو مستقل رسالہ

کے طور پر شائع کرنا چاہے تو خطبہ کی وجہ سے اسے آسانی ہو اور اسکو اپنی طرف سے خطبہ تحریر کرنے کی ضرورت نہ ہو۔ اب جزء سوم ملاحظہ ہو۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

جزء سوم:

الْحَمْدُ لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ وَالصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ عَلَى سَيِّدِ الْأَنْبِيَاءِ
وَالْمُرْسَلِينَ وَعَلَى آلِهِ وَأَصْحَابِهِ وَأَزْوَاجِهِ أَهْلَ الْبَيْتِ الْمُؤْمِنِينَ ۝

آئندہ فقیر الی اللہ الصمد عطا محمد چشتی گولڑوی غنی عنہ اہل اسلام کی خدمت میں مخلصانہ عرض کرتا ہے کہ مسلمانوں کے کئی مکاتب فکر ہیں جو کہ ایک دوسرے کے خلاف رسالے تحریر کرتے ہیں اور ان رسالوں میں اپنے مسلک کے حق میں اور مخالف مکتبہ فکر کے رد میں دلائل دیتے ہیں، لیکن ایک مسئلہ ایسا ہے کہ باوجود اس کے کہ وہ بڑا اہم اور مشکل تر ہے۔ اس مسئلہ پر کسی مسلمان عالم دین کی تحریر آج تک کم از کم بندہ کی نظر سے نہیں گزری کہ اس تحریر میں اس اہم مسئلہ پر تحقیقی بحث کی گئی ہو اور جن علماء نے اس اہم مسئلہ پر کچھ تحریر کیا ہے تو ان سے بندہ کے خیال میں بڑی اور شدید لغزشیں واقع ہوئی ہیں۔ ان محرمین علماء کا دعویٰ تو یہ ہے کہ وہ اہل السنۃ والجماعت ہیں لیکن انکی تحریر سے یہ پتہ چلتا ہے کہ وہ خارجی فرقہ سے تعلق رکھتے ہیں۔ بندہ قارئین سے اپیل کرتا ہے کہ وہ اس اہم مسئلہ کے متعلق بندہ کی تحریر پر پورا غور و خوض کریں تاکہ ان پر حق واضح ہو۔ اب بندہ وہ اہم مسئلہ ذکر کرے گا کہ اس پر اپنی تحقیق سپرد قلم کرے گا۔

مسئلہ یہ ہے کہ محققین علماء اہل سنت اور اکابر علماء احناف کے نزدیک یزید پلید علیہ مایستحق کی کیا حیثیت ہے؟ اصل مقصد سے پہلے بندہ ایک تمہیدی مقدمہ ذکر کرتا ہے۔

مقدمہ

اس میں کوئی شک و شبہ نہیں ہے کہ حضرت امام حسین علیہ السلام اور بعض صحابہ کرام علیہم السلام

کی بیعت نہیں کی۔ جن میں عبداللہ بن زبیر علیہ السلام بھی داخل ہیں اور یہ بات بھی تو اتر قلعی طور پر ثابت ہے کہ حضرت امام حسین علیہ السلام کے لشکر اور یزید علیہ مایستحق کے لشکر کے میان میدان کرب و بلاء میں شدید اور تاریخی رن پڑا، جس کی نظیر اور مثال تاریخ پیش کرنے سے قاصر ہے۔ اس جنگ میں سید شباب اہل جنت حضرت امام عالی مقام حسین علیہ السلام اور آپ کے بہت سے جاں نثار شہید ہوئے۔ یزیدی لشکر علیہم مایستحق نے میدان کرب و بلاء میں اہل بیت رسول علیہم السلام کے خیمے لوٹے اور محترمت مستورات اہل بیت کی توہین کی اور اسی پر بس نہیں کیا بلکہ پردہ دار مستورات اہل بیت کو کھلے چہرہ کے ساتھ برہنہ پیٹھ اونٹوں پر کر بلاء سے شام تک سوار کیا اور اہانت اہل بیت میں کوئی کسر نہ اٹھا رکھی۔

اب بندہ اصل مقصد شروع کرتا ہے اور اس اصل مقصد کی دو جزء ہیں:

جزء اول: حضرت امام حسین علیہ السلام نے یزید کی بیعت کیوں نہ کی؟

جزء دوم: اس جنگ اور لڑائی میں حق کس کے واس میں تھا اور باطل پر کون تھا؟

جواب جزء اول: اس کے جواب میں کتاب میر اس شرح شرح العقائد نسفی میں تحریر ہے کہ

یہ بڑا اہم اور مشکل مسئلہ ہے۔ عبارت کتاب میر اس ملاحظہ ہو:

”وَهَذَا بَحْثٌ مِنَ الْأَشْكَالِ الْقَوِيَّةِ وَهُوَ أَنَّ الْحُسَيْنَ بْنَ عَلِيٍّ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُمَا خَرَجَ عَلَى يَزِيدَ مَعَ أَنَّ مُعَاوِيَةَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ نَصَبَهُ وَبَايَعَهُ الصَّحَابَةُ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُمْ“

خلاصہ عبارت: اشکال یہ ہے کہ حضرت سیدنا امام حسین علیہ السلام نے یزید کے خلاف

خروج کیا حالانکہ حضرت امیر معاویہ علیہ السلام نے یزید کو خلیفہ مقرر کیا تھا اور بعض صحابہ علیہم السلام نے

بھی یزید کے ساتھ بیعت کی تھی۔ اس سوال کے صاحب میر اس نے تین جواب دئے:

جواب اول:

”أَجِيبَ بَأَنَّ وَجُوبَ طَاعَةِ هَذَا الشَّقِيِّ عَلَى بَضْعَةِ النَّبِيِّ ﷺ غَيْرُ مَعْقُولٍ“

خلاصہ جواب اول یہ ہے کہ یزید شقی اور بد بخت تھا اور حضرت امام حسین علیہ السلام

جناب نبی کریم ﷺ کے بدن پاک کا ٹکڑا اور حصہ تھے اور یہ امر بالکل غیر معقول اور خلاف عقل ہے کہ نبی ﷺ کے بدن کے ٹکڑے پر ایک خبیثت کی طائنت اور بیعت واجب ہو اور ایک خبیثت طیب و طاہر کا امیر قرار پائے۔ طیب و طاہر پر تو یہ واجب ہے کہ خبیثت کے خلاف ڈٹ کر مقابلہ کرے اور اسکے خلاف خروج کرے تو امام حسین نے جو خروج کیا تو یہ ادائے واجب کیا، جس پر کوئی اعتراض نہیں ہے بلکہ اعتراض کنندہ احمق، دین سے بے خبر ہے اس جواب کو صاحب نبراس نے بایں الفاظ رد کیا ہے، ملاحظہ ہو: ”وَلَا يَخْفَى أَنَّ هَذَا الْجَوَابَ لَيْسَ عَلَى قَانُونِ الشَّرْعِ لَمَّا سَمِعْتَ مِنَ الْعُقَدَةِ الْأَمَانَةِ بِنِعْمَةِ رَجُلٍ وَاحِدٍ مِنْ أَهْلِ الْحَلِيِّ وَالْعَقْدِ ثُمَّ وَجُوبُ طَاعَةِ الْأَمِيرِ وَلَوْ فَاسِقًا جَائِرًا“

خلاصہ عبارت یہ ہے کہ اس میں کوئی شک نہیں کہ یزید شقی بد بخت اور خبیث فاسق اور ظالم تھا۔ اس میں کوئی نزاع نہیں ہے اور نہ ہی اس میں کوئی شک اور نزاع ہے کہ جناب امام حسین ﷺ، آنحضرت ﷺ کے بدن اطہر کا ٹکڑا ہیں۔ سوال یہ تھا کہ حضرت امیر معاویہ ﷺ نے اپنی زندگی میں یزید کو امام اور خلیفہ مقرر کیا اور بعض صحابہ ﷺ نے یزید سے بیعت کی اور اہل سنت کا یہ مذہب ہے کہ ایک بزرگ مرد کی بیعت سے بھی امامت ثابت ہو جاتی ہے تو جب یزید کے ہاتھ پر بعض صحابہ ﷺ نے بیعت کی تو یزید شرعی امام ہو گیا اور شرعی امام کی طاعت واجب ہے اگرچہ فاسق اور ظالم ہو۔ تو امام حسین ﷺ نے یزید فاسق ظالم کے خلاف خروج کیوں کیا؟ تو اعتراض اور اشکال باقی رہا۔ واضح ہو کہ بندہ نے یہ کمزور جواب اس لئے ذکر نہیں کیا کہ اس سے اصل اشکال اور سوال دور ہو گیا اس جواب سے اشکال دور نہیں ہوا بلکہ اصل اشکال باقی رہا۔ جواب اول کے نقل کرنے سے بندہ کا مقصد یہ ہے کہ یزید کے متعلق اہل سنت کا عقیدہ یہ ہے کہ وہ بد بخت خبیث فاسق اور ظالم تھا اور امام حسین ﷺ کے متعلق اہل سنت کا عقیدہ یہ ہے کہ آپ آنحضرت ﷺ کے بدن مبارک کا ٹکڑا ہیں۔ چونکہ اشکال مذکورہ بالا کے دو جزء تھے۔ اول یہ کہ یزید کو امیر معاویہ ﷺ نے خلیفہ مقرر کیا تھا۔ جزء دوم یہ کہ بعض صحابہ نے یزید کی بیعت کی تو یزید دو وجہ سے شرعی امام نہیں اور

کی طاعت واجب ہوئی۔ جزء اول کا جواب صاحب نبراس نے یہ دیا:

”إِنَّ اجْتِهَادَهُ حُكْمٌ ۚ بِأَنَّ خِلَافَتَهُ غَيْرُ صَحِيحَةٍ لِأَنَّ الْحَسَنَ بْنَ عَلِيٍّ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُمَا سَلَّمَ الْخِلَافَةَ إِلَى مُعَاوِيَةَ وَرَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُمَا بِشَرْطِ أَنْ لَا يَجْعَلَهَا فِي أَوْلَادِهِ وَيَكُونُ الْأَمْرُ بَعْدَهُ شُورَى فِي الْمُسْلِمِينَ“

جزء اول کے جواب دوم کا خلاصہ یہ ہے کہ اگرچہ امیر معاویہ ﷺ نے یزید کو خلیفہ اور امام نامزد کیا تھا لیکن امام حسین ﷺ کے نزدیک یہ نامزدگی درست نہیں تھی کیونکہ حضرت امام حسن ﷺ نے جب خلافت اور امامت امیر معاویہ کے سپرد کی تھی تو اس شرط پر سپرد کی کہ امیر معاویہ اپنی اولاد میں خلافت منتقل نہیں کریں گے بلکہ خلافت مسلمانوں کی صوابدید پر ہوگی کہ وہ جسے چاہیں خلیفہ منتخب کریں چونکہ امیر معاویہ نے اس شرط کی خلاف ورزی (۱) کی تو یزید خلیفہ ہی نہ ہوا۔ تو امام حسین نے شرعی خلیفہ کے خلاف خروج نہ کیا اور نہ بیعت کی۔ اب سوال کی جزء دوم یعنی بعض صحابہ نے یزید سے بیعت کی، کا جواب۔ صاحب نبراس نے اس کا جواب ان الفاظ سے دیا:

”رَوَى أَنَّ بَيْعَتَهُمْ وَقَعَتْ جَبْرًا وَلَوْ سَلِمَ لَكُنْتَ مُتَفَرِّغَةً عَلَى التَّسْلِيمِ فَإِذَا فَسَدَ الْأَصْلُ فَسَدَ الْفَرْعُ وَلَمَّا ضَمَّ عَنْ أَهْلِ الْمَدِينَةِ أَنَّهُمْ خَلَعُوا بَيْعَتَهُ أَيْ عَزَلُوهُ وَكَانَ فِيهِمُ الصُّحَابَةُ وَعِلْمَاءُ التَّابِعِينَ“

جزء دوم کے جواب کا خلاصہ یہ ہے کہ جن صحابہ نے یزید سے بیعت کی یہ جبراً تھی اور اہل حل و عقد کی بیعت سے خلافت تب ثابت ہوتی ہے کہ جب بیعت رضامندی اور اختیار سے ہو جب صحابہ کی بیعت یزید کے ساتھ رضامندی اور اختیار سے نہ تھی بلکہ جبراً تھی تو اہل حل و عقد کی بیعت سے خلافت شرعی ثابت نہیں ہوتی اور اگر مان لیا جائے کہ صحابہ کی بیعت رضامندی اور اختیار سے تھی تو یہ تسلیم پر موقوف ہے یعنی امیر معاویہ نے جو خلافت امیر معاویہ پر بارہی رحمتہ تعالیٰ نے نبراس میں یہ سوال اٹھایا ہے کہ حضرت امیر معاویہ ﷺ نے اس شرط کی مخالفت کیوں کی؟ پھر اس کو جواب یہ دیا کہ ان کی رائے یہ تھی کہ حضرت صن نبی ﷺ کی وفات سے دو شرط ختم ہو گئی تھیں (یعنی ان کی رائے میں یہ شرط حضرت حسن کی حیات میں ختم تھی) شریف قادری

یزید کو تسلیم کی، اس تسلیم کی صحت پر موقوف ہے اور جب تسلیم ہی صحیح نہیں تو صحابہ کی بیعت بھی درست نہ ہوئی اور یزید شرعی خلیفہ نہ ٹھہرا تو حضرت امام حسین نے شرعی امام، امیر اور خلیفہ کی مخالفت نہ کی اور شرعی امام کے خلاف خروج نہ کیا تو اب اشکال قوی رفع ہو گیا۔ یہاں تک اشکال قوی کے دو جواب آئے۔ اول: کمزور۔ دوم: قوی

دوسرے جواب کے قوی ہونے پر صاحب نبراس نے ایک دلیل بھی دی ہے کہ امیر معاویہ نے جو یزید کو خلیفہ مقرر کیا تو چونکہ اس میں شرط کی خلاف ورزی کی گئی تھی لہذا یزید کو خلیفہ مقرر کرنا درست نہ ہوا اور جن صحابہ نے یزید کے ساتھ بیعت کی یہ جبری تھی، تو اس سے بھی یزید کی خلافت صحیح نہ ہوئی۔ اسی لئے اہل مدینہ نے بھی یزید کو خلافت سے معزول کر دیا اور ان اہل مدینہ میں صحابہ اور علماء تابعین بھی تھے۔ اس ساری عبارت کا خلاصہ یہ ہے کہ چونکہ یزید کی خلافت صحیح نہیں تھی لہذا یزید نہ تو صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا امیر المومنین ہوا اور نہ امام حسین کا امیر۔ تو اب یہ کہنا کہ امام حسین، یزید کو امیر المومنین مانتے تھے۔ یہ باطل ہے، اور کوئی اہل سنت اس کا قائل نہیں ہے۔ البتہ خوارج کا یہ عقیدہ ہو سکتا ہے۔ یزید کے جن لشکریوں نے حضرت امام حسین اور آپ کے جاں نثاروں کو شہید کیا تھا ان کی مذمت کرتے ہوئے، صاحب نبراس فرماتے ہیں:

”قُلْتُ لِمَ يَتَقَلَّبُوا فِي ذَٰلِكَ مُجْتَهِدًا بَلْ فَعَلُوهُ بِهَوَىٰ نَفْسِهِمْ
وَابْضَا هَتَكُوا الْحُرُمَاتِ مِنْ نَهَبِ الْحَرِيمِ وَحُمَلِ الدَّرَازِي إِلَى الشَّامِ عَلَى
خِلَافِ وَجْهِ التَّكْرِيمِ“

یعنی یزید کے جن لشکریوں نے حضرت امام حسین اور ان کے خاندان کے لوگوں رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو شہید کیا۔ تو انہوں نے کسی عالم اور مجتہد کے فتویٰ پر یہ فعل قبیح اور شنیع کا ارتکاب نہیں کیا بلکہ انہوں نے خواہش نفسانی پر ایسا کیا۔ مثلاً ابن زیاد کوفہ کی گورنری کا خواہش مند تھا۔ اور اسی طرح ابن سعد وغیرہما۔

اب بندہ یہاں ایک ضروری امر کی طرف اشارہ کرتا ہے وہ یہ کہ اہل تشیع کہتے ہیں

واللہ رب العزت کے موقع پر سینکڑوں علماء اور مجتہدین نے حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے خلاف فتویٰ دیا تھا کہ انہوں نے چونکہ یزید امام برحق کے خلاف خروج کیا تھا لہذا یہ اہل تشیع ہیں۔ اہل تشیع کا اس سے یہ مقصد ہے کہ امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے خلاف فتویٰ دینے والے علماء اہل سنت تھے تو اس سے ان کا مقصد علماء اہل سنت کی مذمت ہے تو اہل تشیع کے اس اتہام کے تین جواب ہیں:

جواب اول: صاحب نبراس کی عبارت مذکورہ بالا سے اس اتہام کا رد ہو گیا کہ یزیدی لشکر کو اس وقت کسی عالم مجتہد نے حضرت امام کے خلاف فتویٰ نہیں دیا تھا بلکہ یزیدی لشکر نے جس جرم عظیم کا ارتکاب کیا یہ محض خواہش نفسانی کی بنا پر کیا تھا۔ تو اہل تشیع کا یہ قول باطل ہوا کہ اس وقت کے علماء مجتہدین نے حضرت امام رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے خلاف فتویٰ دیا تھا۔

جواب دوم: اہل تشیع کے اس اتہام سے امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے قاتلوں کے جرم میں کمی آگئی اور وہ شدید مذمت کے مستحق نہ رہے، کیونکہ جو جرم کسی عالم اور مجتہد کے فتویٰ کی بناء پر کیا جائے اس کا مرتکب اتنا قابل مذمت نہیں ہے جتنا کہ اس جرم کا ارتکاب کرنے والا جو کسی عالم مجتہد کے فتویٰ کے بغیر محض خواہش نفسانی کی بناء پر کرے۔

خلاصہ یہ ہے کہ بغیر فتویٰ کے محض خواہش نفسانی کی بناء پر جرم کرنے والا زیادہ قابل مذمت ہے اور کسی عالم کے فتویٰ کی بناء پر جرم کا ارتکاب کرنے والا پہلے جرم سے ذرا کم قابل مذمت ہے۔ تو اہل سنت کے نزدیک قاتلین امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے چونکہ یہ جرم بغیر فتویٰ عالم کے محض خواہش نفسانی کی بناء پر کیا تو یہ شدید مذمت کے مستحق ہیں، اور ان کی جتنی مذمت کی جائے کم ہے۔ برخلاف اہل تشیع کے کہ ان کے نزدیک قاتلین نے یہ جرم عالم اور مجتہد کے فتویٰ کی بناء پر کیا، تو قاتلین زیادہ مذمت کے قابل نہیں ہیں۔ تو اہل بیت رسول ﷺ کے زیادہ محب اہل سنت ٹھہرے، نہ کہ اہل تشیع تو اہل تشیع اہل بیت کے نادان دوست ٹھہرے اور اہل سنت و ائمانا دوست ٹھہرے۔

اب اہل تشیع کے اتہام کا جواب سوم ملاحظہ ہو۔

جواب سوم: یہ امر تاریخ سے ثابت ہے جس کو جھٹلایا نہیں جاسکتا کہ حضرت امام حسین ؑ کو جن کو فیوں نے خط لکھے تھے کہ آپ عراق تشریف لائیں یہ شیعیاں علی تھے۔ کرم اللہ وجہہ الکریم، اور جب آپ ؑ مع اہل و عیال تشریف لائے تو یہی شیعہ آپ کے خلاف جنگ میں صف آراء ہو گئے تو ان شیعوں کو علماء و مجتہدین کے فتویٰ کی ضرورت تھی کیونکہ ان پر اعتراض تھا کہ خود سیکلڑوں خطوط لکھ کر جگر گوشہ رسول ﷺ کو بلایا اور جب وہ تشریف لائے تو ان کے خون کے پیاسے ہو گئے تو انہوں نے اپنے علماء سے فتویٰ قتال لے کر اعتراض مذکورہ بالا کو جواب دیا کہ بے شک ہم نے خطوط لکھ کر آپ ؑ کو بلایا لیکن ہمارے علماء و مجتہدین نے ان کے ساتھ قتال کا فتویٰ دیا اور ہم اپنی خواہش کے مقابلہ میں اپنے علماء و مجتہدین کے فتویٰ کو ترجیح دیتے ہیں۔ برخلاف اہل سنت کے کہ انہوں نے حضرت امام حسین ؑ کو کوفہ تشریف آوری کے خطوط نہیں لکھے بلکہ یہ عرض کیا کہ یہ کوئی لایونی ہیں۔ انہوں نے ہمیشہ آپ کے خاندان کے ساتھ غداری کی ہے آپ ہرگز کوفہ تشریف نہ لے جائیں۔ تو اب اہل سنت حضرت امام حسین ؑ کے مقابلہ میں صف آراء نہ تھے تو ان پر کوئی اعتراض نہیں تھا تو انکو جواب کیلئے فتویٰ کی ضرورت نہ تھی، تو ثابت ہوا کہ فتویٰ دینے والے اور فتویٰ لینے والے سب اہل تشیع اور ان کے علماء و مجتہدین تھے۔

اب بندہ اتہام کے تین جوابوں کا خلاصہ ذکر کرتا ہے کہ قاتلین امام حسین ؑ نے کربلاء میں قیامت کبریٰ ہپا کی، یہ محض انکی خواہش نفسانی کی بناء پر تھی نہ کہ کسی عالم مجتہد کے فتویٰ پر۔ جس طرح کہ اہل سنت کا مذہب ہے اور اگر تسلیم کر لیا جائے کہ قاتلین کو کسی عالم اور مجتہد نے فتویٰ قتال دیا تھا، جیسا کہ اہل تشیع کا مذہب ہے، تو یہ فتویٰ دینے اور لینے والے سب اہل شیعہ اور ان کے علماء و مجتہدین تھے۔

ابتداء میں صاحب نیراس نے ایک قوی اشکال ذکر کیا تھا کہ جب امیر معاویہ ؓ نے یزید کو خلیفہ مقرر کیا اور بعض صحابہ ؓ نے بھی یزید کے ساتھ بیعت کی تو یزید شرعی امام ہو گیا جس کا مطلب یہ ہے کہ یزید امیر المومنین ہو گیا تو نواسہ رسول ﷺ، امام حسین ؑ نے

یزید کی بیعت کیوں نہ کی اور اس کے خلاف خروج کیوں کیا؟ حالانکہ شرع شریف میں امام کے خلاف خروج منع ہے اور اس کی طاعت واجب ہے تو اس کے دو جواب ذکر کئے جاسکتے ہیں۔
اب تیسرا جواب ملاحظہ ہوا اور یہی جواب بندہ کا مختار ہے۔

جواب سوم: یہ جواب بھی صاحب نیراس رحمہ اللہ تعالیٰ نے ذکر فرمایا ہے۔ عبارت ملاحظہ ہو:
”وَلَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَجَدَ مَا يَدُلُّ عَلَىٰ كُفْرِهِ وَقَدْ تَقَرَّرَ أَنَّ مَنَعَ الْخُرُوجِ إِنَّمَا هُوَ إِذَا لَمْ يَبْلُغِ الْإِمَامَ الْكُفْرَ وَيُرْوَى مِنْ شُعْبَةَ يَزِيدَ
قوله شعر

وَسَمِيسَةُ كَرَمُ بُرْجُهَا قَعْرُ ذُنْبِهَا ۝
وَمَطْلَعُهَا السَّاقِي وَمَغْرِبُهَا قَيْمِي ۝
فَبِأَن حَرَمْتُ يَوْمَ مَا عَلَىٰ دِينِ أَحِمَدَ ۝
فَخَذَهَا عَلَىٰ دِينِ الْمَسِيحِ بْنِ مَرْيَمَ ۝
وَقَوْلُهُ يَوْمَ حُمِلَ إِلَيْهِ رَأْسُ الْحُسَيْنِ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَىٰ عَنْهُ

شعر

لِعَبَثِ هَاشِمٍ ۱ بِأَلْمُلْكِ فَلَا جَرَّ جَاءَ وَلَا وَحْيَ نَزَلَ ۝
لَسْتُ مِنْ خَلْفِ إِنْ لَمْ أَنْتَقِمُ ۲ مِنْ بَنِي أَحْمَدَ مَا تَكَانَ فَعَلَ ۝

خلاصہ جواب سوم اور اسکی عبارت کا یہ ہے کہ حضرت امام حسین کے نزدیک یزید کا فر تھا اور امام اور خلیفہ کے خلاف خروج اس وقت منع ہے کہ وہ کفر تک نہ پہنچے اگر وہ کفر تک پہنچ جائے تو اس کے خلاف خروج جائز ہے اور امام حسین کے نزدیک چونکہ یزید کا فر تھا اس لئے اس کے خلاف خروج صرف جائز ہی نہیں بلکہ واجب تھا چونکہ کسی پر کفر کا فتویٰ لگانے کیلئے دلیل کی ضرورت ہے لہذا صاحب نیراس نے یزید کے چار شعر بطور دلیل پیش کئے ہیں۔
شعر اول میں یزید نے شراب کی تعریف کی ہے کہ یہ شراب انگور کا چھوٹا سا سورج ہے کہ منکے کی گہرائی اس کا برج ہے اور اسکے طلوع ہونے کی جگہ ساقی یعنی شراب پلانے والا کہ جب وہ

مکے سے پیالہ بھر کے باہر نکالتا ہے تو اس سورج کا طلوع ہو جاتا ہے اور جب میں یزید اس کو پیتا ہوں تو میرا منہ اس کا مغرب ہے یعنی غروب کی جگہ ہے اور شعر دوم میں یزید نے شراب کو اپنے لئے حلال قرار دیا ہے اور یہ اس کے کفر پر دلالت کرتا ہے اور اس کی تفصیل یہ ہے کہ تمام انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کے دین اللہ تعالیٰ جل مجدہ کے دین اور حق ہیں۔ لہذا شراب اگرچہ احمد رحمۃ اللہ علیہ کے دین میں حرام ہے لیکن حضرت عیسیٰ علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کے دین میں حلال ہے تو میں یزید اور ہر شرابی عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے دین پر شراب کو حلال سمجھ کر پیتے ہیں۔ اب اس شعر میں یزید نے شراب کو حلال سمجھنے کا عندیہ دیا ہے بلکہ ہر شرابی کو اس کفر میں اپنے ساتھ شریک کیا ہے۔

یہ سب صریح کفر ہے اور دو آخری شعروں میں دو کفر کئے ہیں۔ تفصیل یہ ہے کہ جب حضرت امام حسین رحمۃ اللہ علیہ کا سر مبارک یزید کے سامنے پیش کیا گیا تو یزید نے یہ کفر کیا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر کوئی وحی نہیں اتری۔ وحی کے دعویٰ سے مقصد صرف سلطنت حاصل کرنا اور حکومت سے کھیلنا اور بنی ہاشم میں حکومت لانا تھا۔ اس شعر میں اس نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر نزول وحی کا انکار کیا ہے جو صریح کفر ہے، اور آخری شعر میں اس نے جنگ بدر کی طرف اشارہ کیا ہے کہ اس جنگ میں ہندہ کا والد اور بھائی جو کہ کافر تھے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم سے قتل ہوئے اور ہندہ حضرت ابوسفیان رضی اللہ عنہ کی بیوی اور حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی والدہ اور یزید کی دادی تھی تو ہندہ کا باپ اور بھائی یزید کے رشتہ میں دادے ٹھہرے تو یزید کا مطلب یہ ہے کہ ان مقتولان بدر کا بدلہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے تو نہ لے سکا لیکن میں نے وہ بدلہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی اولاد کو قتل کر کے لیا ہے، اگر میں یہ بدلہ نہ لیتا تو بڑا ذلیل ہوتا اور یہ بھی صریح کفر ہے۔ کیونکہ جہاد بدر میں کفار مارے گئے تھے ان کا انتقام اور بدلہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اولاد پاک کو شہید کر کے لینا یہ کافروں کا کام ہے۔ کوئی مسلمان اس کا تصور بھی نہیں کر سکتا۔

اب یزید کے ان چار اشعار میں بلاتواہل تین صریح کفر ہیں۔

اول: شراب کو اپنے لیے حلال سمجھنا۔

دوم: آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر نزول وحی کا انکار۔

سوم: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم سے جو کفار بدر میں قتل ہوئے ان کا انتقام اور بدلہ آنحضرت کی اولاد پاک کو شہید کر کے لینا۔

ان تین کفروں میں سے اگر ایک بھی کسی آدمی عاقل بالغ میں پایا جائے تو اس آدمی کے کفر میں کوئی شک نہیں، چہ جائیکہ کہ تین کفر کسی میں پائے جائیں، جیسے یزید میں پائے گئے تو یزید کے کفر میں ان تین کفروں کے اجتماع کے علم کے بعد کون شک کر سکتا ہے؟

بندہ نے یہاں تک مولانا عبدالعزیز پر باروی صاحب نبراس رحمہ اللہ تعالیٰ کی یزید اور اس کی خلافت کے متعلق تحقیق ذکر کی ہے۔ اب یزید کے متعلق علامہ سید محمود آوسی رحمہ اللہ تعالیٰ صاحب روح المعانی کی تحقیق بیان کی جاتی ہے اور پہلے اس علامہ مفسر کا مختصر تعارف بیان کیا جاتا ہے۔ قرآن پاک کی تفاسیر تو بہت ہیں جن کا شمار بہت مشکل ہے لیکن بندہ نے جن تفاسیر کا مطالعہ کیا ہے تو یہ فقیر اس نتیجہ پر پہنچا ہے کہ تحقیق اور تدقیق کے لحاظ سے تفسیر روح المعانی کا ہم پلہ شاید ہی کوئی تفسیر ہو، بعض تحقیقات میں تفسیر روح المعانی امام رازی کی تفسیر کبیر سے بھی بہت آگے ہے اور بندہ کے اساتذہ کا بھی یہی نظریہ ہے۔

قرآن پاک میں ہے:

”فَهَلْ عَسَيْتُمْ اِنْ تَوَلَّيْتُمْ اَنْ تُفْسِدُوْا فِى الْاَرْضِ وَتَقَطَعُوْا اَرْحَامَكُمْ اُولٰٓئِكَ لَعَنَهُمُ اللّٰهُ“ ۵۱۰ الایۃ۔

اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی قدس سرہ العزیز نے اس آیت کا یہ ترجمہ کیا ہے:

”تو کیا تمہارے یہ لچھن نظر آتے ہیں کہ اگر تمہیں حکومت ملے تو زمین میں فساد پھیلاؤ اور اپنے رشتہ کاٹ دو یہ ہیں، وہ لوگ جن پر اللہ نے لعنت کی اور انہیں حق سے بہرا کر دیا اور انکی آنکھیں پھوڑ دیں۔“

مولوی محمود حسن صاحب دیوبندی نے آیت مذکورہ کا ترجمہ یوں کیا ہے:

”پھر تم سے یہ بھی توقع ہے کہ اگر تم کو حکومت مل جائے تو خرابی ڈالو ملک میں اور

قطع کر دینی رقابتیں ایسے لوگ ہیں جن پر لعنت کی اللہ نے، پھر کر دیا انکو بہرہ اور اندھی کر دیں انکی آنکھیں۔ الخ

اس آیت کریمہ میں دو گناہوں کا ذکر ہے جن کے ارتکاب کرنے والے پر تین

سزاؤں کا ذکر ہے۔

پہلی سزا۔ ان پر اللہ کی لعنت۔

دوسری سزا۔ اللہ تعالیٰ جل مجدہ نے انکو بہرہ کیا۔

تیسری سزا۔ اللہ تعالیٰ جل مجدہ نے انکو اندھا کیا۔

اور وہ دو گناہ یہ ہیں:-

گناہ اول: جب اللہ تعالیٰ نے انکو حکومت کی نعمت عطا فرمائی تو بجائے شکر یہ کرنے

کے انہوں نے اللہ تعالیٰ کی زمین میں فساد پھیلایا۔

گناہ دوم: حکومت کی نعمت حاصل کرنے کے بعد قطع رحم والے عظیم گناہ کا ارتکاب

کیا چونکہ ان لوگوں اور مجرموں نے اللہ تعالیٰ کی عظیم نعمت کی ناشکری اور کفران نعمت کیا لہذا

ان پر خداوند عالم کی لعنت اور وہ خداوند رحیم کی رحمت سے بعید اور دور ہوئے، اور اللہ تعالیٰ

نے انکو بہرہ اور اندھا کر دیا۔

اب دیکھنا یہ ہے کہ آیت مذکورہ میں ان مذکور حاکموں نے کونسا فساد فی الارض اور

قطع رحمی کی ہے اگرچہ تاریخ میں بہت سے فساد فی الارض اور قطع رحمی کا ذکر ہے لیکن سب

سے بڑا فساد فی الارض اور قطع رحمی وہ ہے جس کا ارتکاب یزید پلید نے میدان کربلاء میں

کیا اور اس نبی ﷺ کی اولاد کو شہید کیا جس کا کلمہ اس نے اور اس کے باپ اور دادا نے پڑھا

اور جس نبی ﷺ کے وسیلہ جاہلہ سے یزید کو اور اس کے باپ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو ایک

بہت بڑی اسلامی حکومت حاصل ہوئی۔ حالانکہ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی یہ حالت تھی کہ ایک عورت

نے آنحضرت ﷺ سے عرض کی کہ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے اس عورت کو نکاح کا پیغام دیا ہے اور

آنحضرت سے اس بارے میں مشورہ طلب کیا، تو آنحضرت ﷺ نے اس عورت کو فرمایا کہ

یہ ایک تنگ دست اور بھوکا مفلس آدمی ہے۔ اسکے ساتھ تم کو نکاح کرنا مناسب نہیں۔

ان کے باوجود بغیر ﷺ کی برکت سے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو اور ان کے بعد یزید کو ایک

بہت بڑی اسلامی حکومت حاصل ہوئی، جو کہ تمام عالم اسلام پر محیط تھی اور پھر یزید نے اہل

بیت رسول ﷺ کو میدان کربلاء میں شہید کر کے ایک بہت بڑے فساد فی الارض کا ارتکاب

کیا اور قطع رحمی کے فعل قبیح کو اپنایا۔ جس فساد فی الارض کا یزید نے ارتکاب کیا وہ تو ظاہر اور

باطر سے ثابت ہے اور یزید نے جو قطع رحمی کی ہے وہ یہ ہے کہ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ ہاشمی

تھے یعنی حضرت ہاشم کی اولاد سے تھے یزید اموی تھا یعنی امیہ کی اولاد سے تھا اور ہاشم اور امیہ

بھائی تھے اور حضرت عبد مناف کے بیٹے تھے۔ حضرت عبد مناف پر دونوں اکٹھے ہو جاتے ہیں

یعنی دونوں حضرت عبد مناف کی اولاد سے ہیں اور دونوں کا رحم ایک ہو گیا تو یزید میدان

کرب و بلاء میں اس بڑی قطع رحمی کا ارتکاب کر کے مستحق لعنت ہوا۔

لہذا آیت مذکورہ بالا میں جس فساد فی الارض اور قطع رحمی کا ذکر ہے یزید اس کا

مصدق اول اور لعنت خداوندی کا سب سے زیادہ مستحق ہے۔

امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ تعالیٰ نے آیت مذکورہ کی یہی تفسیر کی ہے اور اس آیت سے

یزید پر لعنت شخصی پر استدلال کیا ہے۔ استدلال کی تقریر روح المعانی کی عبارت میں ملاحظہ

ہو: "وَاسْتَدَلَّ بِهَا أَنَّهُ عَلَى جَوَازِ لَعْنِ يَزِيدَ عَلَيْهِ مِنَ اللَّهِ مَا يَسْتَحِقُّ" یعنی امام

احمد بن حنبل رحمہ اللہ تعالیٰ نے اس آیت سے استدلال کیا ہے کہ یزید پر شخصی لعنت جائز ہے۔

کیونکہ مفسد فی الارض اور قاطع الرحم کی طرف لفظ اولئک سے اشارہ کیا گیا ہے اور اولئک

اسم اشارہ ہے، جو کہ محسوس مہر کیلئے وضع کیا گیا ہے اور محسوس جزئی اور معین ہوتا ہے تو جب

اللہ تعالیٰ کی لعنت اولئک کے مصداق پر ہے اور یزید اس کا مصداق اول ہے تو یزید معین پر

اولا اور اصالۃ لعنت ثابت ہوئی۔

اس کے بعد روح المعانی میں ہے:

"إِنَّ الْأَمَامَ أَحْمَدَ لَمَّا سَنَّاهُ وَلَدَهُ عَبْدُ اللَّهِ عَنْ لَعْنِ يَزِيدَ قَالَ كَيْفَ

لَا يُسْلَعَنَّ مَنْ لَعَنَهُ اللَّهُ تَعَالَى فِي كِتَابِهِ فَقَالَ عَبْدُ اللَّهِ قَدْ قَرَأْتُ كِتَابَ اللَّهِ عَزَّ وَ جَلَّ فَلَمْ أَجِدْ فِيهِ لَعْنَ يَزِيدُ فَقَالَ الْإِمَامُ إِنَّ اللَّهَ تَعَالَى يَقُولُ فَهَلْ عَسَيْتُمْ إِنْ تَوَلَّيْتُمْ أَنْ تُفْسِدُوا فِي الْأَرْضِ وَتَقَطَّعُوا أَرْحَامَكُمْ أُولَئِكَ الَّذِينَ لَعَنَهُمُ اللَّهُ (الآية) وَأَيُّ فَسَادٍ وَ قَطْعَةٍ أَشَدُّ مِمَّا فَعَلَهُ يَزِيدُ النُّهَى۔

خلاصہ عبارت یہ ہے کہ امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ تعالیٰ سے ان کے لڑکے عبد اللہ نے یزید پر لعنت کے متعلق پوچھا تو امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ تعالیٰ نے جواب میں فرمایا کہ جس پر اللہ تعالیٰ عَزَّ وَ جَلَّ نے لعنت کی ہے، اس پر لعنت کیوں نہ کی جائے؟ تو عبد اللہ بن احمد بن حنبل رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا کہ میں نے کتاب اللہ تعالیٰ پڑھی ہے۔ اس میں لعنت یزید کو میں نے نہیں پایا تو امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ تعالیٰ نے اپنے بیٹے عبد اللہ کو جواب میں فرمایا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

”فَهَلْ عَسَيْتُمْ إِنْ تَوَلَّيْتُمْ أَنْ تُفْسِدُوا فِي الْأَرْضِ وَتَقَطَّعُوا أَرْحَامَكُمْ أُولَئِكَ الَّذِينَ لَعَنَهُمُ اللَّهُ ۝ الْآيَةُ

اور یزید نے میدانِ کربلاء میں جو فساد فی الارض اور قطع رحم کیا ہے۔ اس سے بڑھ کر کوئی فساد فی الارض اور قطع رحمی ہو سکتی ہے؟

تو امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ تعالیٰ نے آیت مذکورہ سے جو یزید کی لعنت شخص پر استدلال کیا ہے۔ اس کی تقریر قبل ازیں گذر چکی ہے کہ لعنت ان محسوسات پر ہے جو کہ لفظ اولئک کا مشار الیہ ہیں اور وہ مفسدین فی الارض اور قطع رحمی کرنے والے ہیں، اور قبل ازیں گزر چکا ہے کہ ہر دو صفات کا مصداق اول اور اصلی یزید مشخص اور معین ہے تو لعنت خداوندی کا اول اور اصلہ یزید مشخص اور معین ہوا تو یزید پر لعنت شخصی اس آیت مبارکہ سے ثابت ہوئی۔

اور اسکی مثال ایک منطقی مسئلہ ہے، مثلاً: ”كُلَّ إِنْسَانٍ حَيَوَانٌ“ تو حیوان کا ثبوت قطعی اور یقینی طور پر انسان کے ہر فرد کیلئے ہے۔ اب یہاں منافع کے دو قول ہیں کہ افراد اور جزئیات حقیقیہ کیلئے ثبوت بالذات ہے اور کلی کیلئے بالواسطہ یہ ایک قول ہے۔ قول

یہ ہے کہ حکم کلی کیلئے بالذات اور افراد کیلئے کلی کے واسطہ سے بہر حال دونوں اقوال اس پر اتفاق ہیں کہ جب موضوع کلی ہو تو افراد کیلئے محمول کا ثبوت ہوتا ہے خواہ بالذات ہو یا بالواسطہ۔ لہذا آیت مبارکہ میں اللہ تعالیٰ کی لعنت مفسدین فی الارض اور قطع رحمی کرنے والے پر ہے تو مفسد اور قاطع کے ہر فرد پر ہوگی اور چونکہ یزید ہر دو کا فرد ہے لہذا اس کے لئے بھی لعنت کا ثبوت ہوگا۔ حضرت امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ تعالیٰ نے جو آیت مبارکہ سے یزید کی شخص لعنت پر استدلال کیا ہے۔ اسکا خلاصہ یہ ہے جو مذکور ہوا۔

اس کے بعد صاحب روح المعانی نے فرمایا:

”وَعَلَىٰ هَذَا لَا تَوَقَّفُ فَيُ لَعْنُ يَزِيدُ لِكثْرَةِ أَوْصَافِهِ الْخَبِيثَةِ وَأَرْثَايَةِ الْكِبَائِرِ فِي جَمِيعِ أَيَّامِ تَكْلِيفِهِ وَيَكْفِي مَافَعَلَهُ أَيَّامَ اسْتِيلَائِهِ بِأَهْلِ الْمَدِينَةِ وَمَكَّةَ فَقَدْ رَوَى الطَّبْرَانِيُّ بِسَنَدٍ حَسَنٍ أَنَّ اللَّهَ مِنْ ظَلَمِ أَهْلِ الْمَدِينَةِ وَأَخَافَهُمْ فَأَخْرَجَهُ وَعَلَيْهِ لَعْنَةُ اللَّهِ وَالْمَلَائِكَةِ وَالنَّاسِ أَجْمَعِينَ لَا يَقْبَلُ مِنْهُ صَرْفٌ وَلَا عَدْلٌ وَالطَّائِفَةُ الْكَبِيرَى مَافَعَلَهُ بِأَهْلِ الْبَيْتِ وَرِضَائِهِ بِقَتْلِ الْحُسَيْنِ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ وَعَلَى جَدِّهِ وَعَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ وَاسْتِيشَارُهُ بِذَلِكَ وَاهْتِنَاؤُهُ لِأَهْلِ بَيْتِهِ مِمَّا تَرَاوَعَتْهُ وَفِي الْحَدِيثِ سِتَّةُ لَعْنَتِهِمْ وَفِي رِوَايَةٍ لَعْنَتُهُمْ اللَّهُ وَكُلُّ نَبِيٍّ مُجَابِ الدُّعْوَةِ الْمُحَرَّفِ لِكِتَابِ اللَّهِ وَفِي رِوَايَةِ الزَّائِدِ فِي كِتَابِ اللَّهِ وَالْمُكَذِّبِ بِقَدْرِ اللَّهِ وَالْمُتَسَلِّطِ بِالْجَبَرُوتِ لِبِعْزٍ مِنْ أَذْلِ اللَّهِ وَيُنْذِلُ مَنْ أَعَزَّ اللَّهُ وَالْمُسْتَحِلُّ مِنْ عِزَّتِي وَالتَّارِكُ لِسُنَّتِي ۝“

خلاصہ اس طویل عبارت کا یہ ہے کہ حضرت امام احمد بن حنبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جو آیت مبارکہ سے یزید کی شخص لعنت پر استدلال کیا ہے۔ اس بناء پر یزید کی شخص لعنت میں توقف نہیں کیا جاسکتا کیونکہ یزید کے اوصاف خبیثہ بہت ہیں اور جب سے وہ بالغ اور مکلف ہوا ہے تو اس نے کبار کاکار تکاب کیا ہے۔

علامہ آلوسی نے اس عبارت سے ان لوگوں کا رد کیا ہے جو یہ کہتے ہیں کہ یزید پہلے

صالح تھا، جب برسر اقتدار آیا تو فاسق اور برا ہو گیا۔ علامہ آلوسی رحمہ اللہ تعالیٰ اس کا رد کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ جب سے وہ مکلف اور بالغ ہوا کبار کا ارتکاب شروع کر دیا۔

تاریکین کو واضح ہو کہ یہ درمیان میں جملہ معترضہ آگیا دراصل بندہ علامہ آلوسی کی طویل عبارت کا ترجمہ کر رہا تھا اب پھر ادھر رجوع کرتا ہے، اور اس کے یعنی یزید کے اوصاف خبیثہ اور ارتکاب کبار کیلئے یہ کافی ہے کہ اس نے حکومت اور اقتدار میں آکر اہل مدینہ اور اہل مکہ پر ظلم کیا۔ حالانکہ اس کے لئے ایک حدیث وارد ہے۔ جس کو طبرانی نے سند حسن کے ساتھ روایت کیا ہے کہ حضور ﷺ نے اس بد بخت کے خلاف سخت دعا کی ہے جس نے اہل مدینہ اور اہل مکہ ”شرفہما اللہ تعالیٰ الی قیام الساعة“ پر ظلم کیا، وہ دعا یہ ہے۔ اے اللہ تعالیٰ جس نے اہل مدینہ اور اہل مکہ پر ظلم کیا اور ان کو ذرا یا تو اس کو ذرا، اور اس پر اللہ تعالیٰ اور تمام ملائکہ اور لوگوں کی لعنت ہو اور اس کے نہ فرض قبول کئے جائیں اور نہ نفل اور یزید نے ایک بڑی قیامت یہ برپا کی کہ جو ظلم اس نے اہل بیت رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے ساتھ کیا اور حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے قتل پر اس نے خوشی کا اظہار کیا اور حضرت امام حسین ﷺ کے اہل بیت کی اہانت کی۔ یہ سب باتیں تو اتر معنوی سے ثابت ہیں۔

علامہ آلوسی نے یہاں تواتر کا ذکر کر کے ان لوگوں کا رد کیا ہے جو یہ کہتے ہیں کہ یزید نے نہ تو امام حسین ﷺ کے قتل کا حکم دیا نہ اس پر اظہار مسرت کیا، نہ اہل بیت کی اہانت کا حکم دیا، اور علامہ نے ان لوگوں کا بھی رد کیا جو یہ کہتے ہیں کہ واقعہ کربلا سرے سے ہوا ہی نہیں یہ بالکل من گھڑت واقعہ ہے اور ناول ہے جس کا کوئی وجود نہیں۔ تو علامہ آلوسی اس کا رد کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ یہ سب باتیں تو اتر سے ثابت ہیں جن کو چھٹا یا نہیں جاسکتا۔ جیسا کوئی یہ کہے کہ روئے زمین پر کوئی ایسا شہر نہیں ہے جس کا نام مدینہ شریف یا مکہ مکرمہ ہے۔

آگے چل کر علامہ آلوسی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

ایک حدیث ہے جس کا ترجمہ یہ ہے کہ آنحضرت ﷺ فرماتے ہیں، چھ آدمی ایسے ہیں جن پر میری لعنت ہے۔ اور ہر نبی ﷺ کی دعا قبول ہوتی ہے۔

اولیٰ وہ جو کتاب اللہ کو بگاڑتا اور اس میں اپنی طرف سے زیادتی کرتا ہے۔

دوم وہ جو اللہ تعالیٰ کی تقدیر کا انکار کرتا ہے۔

سوم وہ جو ڈنڈے کے زور پر ملک پر مسلط ہو جاتا ہے، اور اس کا مقصد یہ ہے کہ شریفوں کو ذلیل اور ذلیلوں کی عزت افزائی کرے۔

چہارم وہ جو آنحضرت ﷺ کی اولاد پر ظلم اور اہانت کو حلال جان کر یہ فعل قبیح کرے۔

پنجم وہ جو میری سنت کا تارک ہے۔

یزید بھی مستقل ہے لہذا اس پر اللہ تعالیٰ کی لعنت کے علاوہ آنحضرت ﷺ کی لعنت بھی ہے۔ اس سے آگے روح المعانی میں ہے:

”وَقَدْ جَزَمَ بِكُفْرِهِ وَصَرَخَ بِلُغَيْهِ جَمَاعَةٌ مِنَ الْعُلَمَاءِ مِنْهُمْ نَاصِرُ السُّنَّةِ الْحَافِظُ ابْنُ الْجَوَازِيِّ وَسَبَقَهُ الْقَاضِي أَبُو يَعْلَى وَقَالَ الْعَلَامَةُ التَّفَازَانِيُّ (رحمہم اللہ تعالیٰ): لَا تَتَوَقَّفُ فِي شَأْنِهِ بَلْ فِي إِيمَانِهِ لَعْنَةُ اللَّهِ تَعَالَى عَلَيْهِ وَعَلَى أَنْصَارِهِ وَأَعْوَالِهِ وَمَنْ صَرَخَ بِلُغَيْهِ الْجَلَالُ السُّيُوطِيُّ عَلَيْهِ الرَّحْمَةُ“۔

خلاصہ عبارت یہ ہے کہ علماء کی ایک جماعت نے یزید کے کفر کا جزم کیا ہے اور یقین کیا ہے اور یزید پر لعنت کی تصریح کی ہے۔ ان علماء سے ایک محدث ابن جوزی ہے اور اس سے پہلے قاضی ابویعلیٰ نے بھی یزید کی لعنت کا قول کیا اور علامہ تفتازانی (رحمہم اللہ تعالیٰ) نے تو یہ کہا کہ ہم یزید کے بارے میں توقف نہیں کرتے کہ اس کو برا کہیں یا اس کی مذمت کریں بلکہ ہم بلا توقف اسکو برا کہتے ہیں اور اسکی مذمت کرتے ہیں، بلکہ ہم تو اسکے ایمان میں بھی توقف نہیں کرتے بلکہ بلا توقف اس کو کافر کہتے ہیں۔ خداوند تعالیٰ کی لعنت اس پر اور اس کے مددگاروں پر اور یزید کی شخصی لعنت پر علامہ جلال الدین سیوطی رحمہ اللہ تعالیٰ نے بھی تصریح کی ہے۔

اباور ہے کہ یزید پر اس کی موت کے بعد شخصی طور پر لعنت کرنے میں علماء اہل سنت کا اختلاف ہے، بعض علماء لعنت کو جائز قرار دیتے ہیں جیسے کہ حضرت استاذ الاسلام سائذ مولانا عطاء محمد چشتی گولڑی رحمہ اللہ تعالیٰ نے روح المعانی سے تصدیق نقل کیا ہے، جب کہ دیگر حضرات شخصی لعنت سے منع کرتے ہیں، منع کرنے والوں کا مقصد محاذ اللہ یزید کی حمایت کرنا ہرگز

بندہ یہاں دو امروں کی تصریح کرتا ہے۔

امر اول: یہ کہ آجکل بعض نام نہاد اہل سنت بھی چونکہ یزید کی طرفداری کرتے ہیں اور حضرت علامہ تفتازانی رحمہ اللہ تعالیٰ نے جو یزید کی شدید مذمت کی ہے تو یہ نام نہاد علماء علامہ تفتازانی رحمہ اللہ پر اعتراض کرتے ہیں کہ علامہ شیعہ ہے یا کہ مائل بہ تشیع ہے، اور اس پر کئی قرائن پیش کرتے ہیں۔

(بقیہ حاشیہ گذشتہ صفحہ ۵۱)

نہیں ہے اور نہ ہی العباد باللہ اہل بیت کی مخالفت مقصود ہے۔ علامہ تفتازانی رحمہ اللہ تعالیٰ نے جہاں یزید پر لعنت کی ہے اس جگہ علامہ عبد العزیز پر باروی صاحب نہ اس لکھتے ہیں کہ شارح کی گفتگو اس بات پر مبنی ہے کہ فاسق پر شخصی طور پر لعنت کرنا جائز ہے مگر چہ اس کی موت کفر پر ثابت نہ ہو اور یہ خلاف تحقیق ہے۔

علامہ پر باروی فرماتے ہیں کہ محققین کی تحقیق یہ ہے کہ لعنت کی تین قسمیں ہیں۔ (۱) وصف عام پر لعنت جو شریعت میں وارد ہے مثلاً اللہ تعالیٰ کافروں اور یہودیوں پر لعنت فرماتے اور یہ جائز ہے۔ (۲) ایسے شخص معین پر لعنت کرنا جس کی موت کفر پر شارح علیہ السلام کی خبر سے ثابت ہو جیسے فرعون اور ابلیس۔ (۳) ایسے شخص پر لعنت کرنا جس کی موت کفر پر معلوم نہ ہو اور یہ ناجائز دچا ہے وہ شخص زندہ ہو یا مردہ یا طرح وہ بظاہر مومن ہو یا کافر، کیونکہ ہو سکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کافر کو اسلام کی توفیق عطا فرمادے، یہ محققین کا مذہب ہے اور ان کی دلیل یہ ہے کہ شارح علیہ السلام نے لعنت سے منع فرمایا ہے اور اس پر سختی فرمائی ہے حدیث شریف میں ہے مومن لعن نہیں ہوتا (ترمذی) اور یہ بھی فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کی لعنت کے ساتھ لعنت نہ کرو۔ (ابوداؤد) یہ بھی ارشاد فرمایا کہ جو شخص کسی چیز پر لعنت بھیجے اور وہ چیز لعنت کی اہل نہ ہو تو بھیجے والے پر لوٹ آئے گی، پھر نبی اکرم ﷺ سے وصف عام اور کفر پر ہلاک ہونے والے پر لعنت ثابت ہے تو اس کا مطلب یہ ہوا کہ تیسری قسم بدستور موع ہے۔ خصوصاً جب کہ ایک شخص بظاہر مومن ہو، نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: مسلمان کو گالی دینا فحش ہے۔ (بخاری) خصوصاً جب کہ وہ فوت ہو چکا ہو، کیونکہ نبی اکرم ﷺ کا فرمان ہے: مردوں کو گالی نہ دو، کیونکہ انہوں نے جو کچھ آگے بھیجا ہے وہ وہاں تک پہنچ چکے ہیں۔ (بخاری)

اس گفتگو سے ثابت ہوا کہ یزید کا عام مقصود سے یزید کی شخصی لعنت پر استدلال صحیح نہیں ہے، ان عام مقصود میں لعنت کا مطلب اس فعل کی مذمت ہے، یہ مطلب نہیں کہ اس کام کے کرنے والے پر شخصی طور پر لعنت کو جائز قرار دیا گیا ہے۔ اس تحقیق کو اچھی طرح یاد کر لیں اور ان لوگوں میں سے نہ ہوں جو شریعت کے قواعد کی رعایت نہیں کرتے اور کہتے ہیں کہ جو یزید کی لعنت سے منع کرتا ہے وہ خوارج میں ہے، ہاں یزید کے افعال کی تاحات مشہور ہے اور اہل بیت کی محبت واجب (چہ نسبت خاک را با عالم پاک؟) صحیح تو یہ ہے کہ یزید خاک کے برابر بھی نہیں۔ ۱۲ شرف قادری) لیکن اس کی لعنت سے منع کیا جا رہا ہے اس لئے نہیں کہ اہل بیت کی محبت میں آئی ہے، بلکہ قواعد شریعت کی رعایت پیش نظر ہے۔ (نہ اس عربی، ص ۵۵-۵۵۳۔ مکتبہ رضویہ لاہور) (یہ شخص ترجمہ ہے)

امام سراج الملک ابو الحسن علی بن عثمان حماد دی رحمہ اللہ تعالیٰ قصیدہ "بدۃ الہادی" میں فرماتے ہیں:

وَلَمْ يَغْلُظْ يَزِيدًا بَعْدَ مَوْتِ يَسُوعَ الْمَسْكُونِ فِي الْأَغْرَاءِ غَالٍ

موت کے بعد یزید پر وہی لعنت کرے گا جو ضرورت سے زیادہ بات کرنے والا اور اسے کسانے میں غالی ہو۔ ۱۲ شرف قادری

بندہ نے اسی مضمون میں دوسری جگہ پر ان کے قرائن کا رد کیا ہے۔ اب بندہ یہاں بھی موقع کی مناسبت کی وجہ سے ان کا رد کرتا ہے کہ علامہ تفتازانی رحمہ اللہ تعالیٰ اتنا مستند اہل سنت ہے کہ علامہ سید محمود الوسی، صاحب روح المعانی رحمہ اللہ تعالیٰ جو کہ حنفی المذہب ہے یزید کے کفر اور لعنت شخص کے مشکل ترین مسئلہ پر علامہ تفتازانی رحمہ اللہ تعالیٰ عنہ کے قول سے استدلال کر رہا ہے۔ تو معلوم ہوا کہ علامہ تفتازانی رحمہ اللہ تعالیٰ علامہ سید محمود الوسی کے نزدیک بھی پکا اہل سنت ہے۔ بلکہ بندہ کے نزدیک علامہ حنفی المذہب ہے، تو یہ نام نہاد اہل سنت جو کہ مائل بہ خوارج ہیں۔ ان کا علامہ پر اعتراض باطل ہے۔ امر اول ختم ہوا۔

امر دوم: جن نام نہاد اہل سنت مائل بہ خوارج کا ابھی بندہ نے ذکر کیا ہے یہ چونکہ یزید کے طرف دار اور معاون و انصار ہیں۔ یہ بھی ان اعوان و انصار یزید میں داخل ہیں، جن پر علامہ تفتازانی رحمہ اللہ تعالیٰ عنہ نے لعنت کی ہے۔ لہذا ان کو یزید کی طرفداری سے چھٹا لاری ہے۔ اسی طرح صاحب روح المعانی نے بھی یزید کے ان طرفداروں پر لعنت کی ہے۔ جس کا ذکر کسی اور جگہ پر اسی مضمون میں کیا گیا ہے۔ اس کے بعد علامہ سید محمود الوسی رحمہ اللہ تعالیٰ یزید کے متعلق اپنی تحقیق اور اس پر دلائل ذکر کرتے ہیں، اور یہ دلائل اس قسم کے ہیں جیسے بندہ قبل ازیں صاحب نہ اس کی عبارت میں ذکر کر چکا ہے۔

روح المعانی کی عبارت ملاحظہ ہو:

”وَفِي تَارِيخِ ابْنِ الْوَرْدِيِّ وَكِتَابِ الْكَافِي بِالْوَفِيَّاتِ أَنَّ الشُّبَّيَّ لَمَّا وَرَدَ مِنَ الْعِزْرَاقِ عَلَى يَزِيدَ عَزَّاجَ فَلَمَّا لَقِيَ الْأَطْفَالَ وَالنِّسَاءَ مِنْ ذُرِّيَّةِ عَلِيِّ وَالْحُسَيْنِ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُمَا وَالرُّؤُسَ عَلَى أَطْرَافِ الرِّمَاحِ وَأَشْرَفُوا عَلَى ثِيَابِهِ جَبُرُونَ فَلَمَّا رَأَى هُمْ نَعِبَ الْغُرَابِ فَأَنشَدَ يَقُولُ شِعْرًا:

فَلَمَّا بَدَتْ تِلْكَ الْحُمُولُ وَأَشْرَفَتْ

تِلْكَ الرُّؤُسُ عَلَى شِفَا جَبُرُونَ

نَعِبَ الْغُرَابُ فَقُلْتُ قُلْ أَوْلَمْ تَقُلْ

فَقَدْ افْتَضَيْتُ مِنَ الرَّسُولِ دُيُونِي
يعنى اَنَّهُ قَتَلَ بِمَنْ قَتَلَهُ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ يَوْمَ بَدْرٍ كَجَدِّهِ عُتْبَةَ وَخَالِيهِ وَلَدَ عُتْبَةَ
وَعَمِيرِهِمَا وَهَذَا كُفْرٌ صَرِيحٌ فَإِذَا صَحَّ عَنْهُ فَقَدْ كَفَرَ بِهِ

خلاصہ عبارت یہ ہے کہ تاریخ ابن الوردي اور کتاب الوافی میں ہے کہ اہل بیت
رسول اللہ ﷺ کے قیدی جو کہ یزید کے لشکر نے قید کئے تھے۔ یہ قیدی عراق سے جب یزید
کے سامنے پیش ہوئے تو یزید باہر نکلا اور حضرت علی اور امام حسین کی اولاد سے جو نابالغ بچے
اور مستورات تھیں۔ یزید نے ان سے ملاقات کی اور شہدائے کرب و بلاء کے سر نیزوں کی
نوگوں پر تھے اور یزید کے لشکریوں نے جیرون پہاڑ کی گھاٹی پر چڑھ کر شہدائے کرب و بلاء کے
سروں کا جو کہ نیزوں کی نوگوں پر تھے مظاہرہ کیا۔ اور یزید سے درخواست کی کہ وہ باہر نکل کر
سروں کے مظاہرہ کو دیکھے تو جب یزید نے شہدائے کرب و بلاء کے سروں کو دیکھا تو سیاہ کو سے
نے چیخ ماری تو یزید نے یہ شعر پڑھے جن کا ترجمہ یہ ہے:

جب اہل بیت کے کجاوے ظاہر ہوئے اور پہاڑ جیرون کی چوٹی پر سر بلند ہوئے اور
سیاہ کو سے نے چیخ ماری تو میں نے اس کو کہا کہ تو چیخ یا نہ چیخ۔ میں نے تو آج رسول اللہ ﷺ
سے تمام قرضے چکا لئے ہیں۔

صاحب روح المعانی کہتے ہیں کہ ہندہ جو کہ یزید کی داوی تھی۔ جنگ بدر میں اس کا
باپ عتبہ اور اس کا بھائی جو کہ عتبہ کا بیٹا تھا۔ مسلمانوں کے ہاتھوں یہ دونوں کافر اور ان کے سوا
جو کہ قتل ہوئے، چونکہ عتبہ اور اس کا بیٹا یزید کے رشتہ دار تھے تو نہ کورد بالا شعر میں جو یزید نے
کہا ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے اپنے تمام قرضے چکاوئے ہیں، تو یزید کی اس سے مراد
یہی ہے کہ بدر میں جو رسول اللہ ﷺ نے میرے رشتہ داروں کو قتل کیا ہے۔ آج میں نے
میدان کرب و بلاء میں آپ کی اہل بیت کو شہید کر کے اہل بدر کا بدلہ لے لیا ہے۔

صاحب روح المعانی ان اشعار کو نقل کر کے اپنی تحقیق بیان کرتے ہیں کہ یہ صریح
کفر ہے جس کی کوئی تاویل نہیں ہے، جب یہ اشعار صحیح طور پر یزید سے ثابت ہیں تو اس کی وجہ

سے یزید کا فرشتہ برا۔ ہندہ نے قبل ازیں ہراس سے جو اشعار نقل کئے ہیں، یہ اشعار جو روح
المعانی سے ہندہ نے نقل کئے ہیں۔ سابقہ اشعار کا حصہ ہیں۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ
اشعار صحیح طور پر یزید سے ثابت ہیں اور وہ یقیناً کافر تھا۔

آگے چل کر صاحب روح المعانی نے اپنا مختار ان الفاظ میں ذکر کیا ہے:

”وَأَنَا أَقُولُ الَّذِي يَغْلِبُ عَلَى ظَنِّي أَنَّ الْخَبِيثَ لَمْ يَكُنْ مُصَدِّقًا
بِرِسَالَةِ النَّبِيِّ ﷺ وَأَنَّ مَجْمُوعَ مَا فَعَلَ مَعَ أَهْلِ حَرَمِ اللَّهِ تَعَالَى وَأَهْلِ حَرَمِ
نَبِيِّهِ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ وَمَعَ عَشْرَتِهِ الطَّيِّبِينَ الطَّاهِرِينَ فِي الْحَيَاةِ وَبَعْدَ
الْمَمَاتِ وَمَا صَدَرَتْ مِنْهُ مِنَ الْمَخَاذِي لَيْسَ بِأَضْعَفَ دَلَالَةً عَلَى عَدَمِ تَصَدِّيقِهِ
مِنَ الْقَاءِ وَرَفَقَةٍ مِنَ الْمُصْخَفِ الشَّرِيفِ فِي قَدْرِهِ وَلَا أَظُنُّ أَنَّ أَمْرَهُ كَانَ خَافِيًا
عَلَى أَجَلَةِ الْمُسْلِمِينَ إِذْ ذَاكَ وَلَكِنْ كَانُوا مَغْلُوبِينَ مَقْهُورِينَ لَا يَسْعَهُمُ إِلَّا
الضَّبَرُ لِيَقْضِيَ اللَّهُ أَمْرًا كَانَ مَفْعُولًا وَلَوْ سَلِمَ أَنَّ الْخَبِيثَ كَانَ مُسْلِمًا فَهُوَ
مُسْلِمٌ جَمَعَ مِنَ الْكِبَائِرِ مَا لَا يَحِيطُ بِهِ نَطَاقُ الْبَيَانِ وَأَنَا أَذْهَبُ إِلَى جَوَازِ لَعْنِ
مِثْلِهِ عَلَى السَّعِيَيْنِ وَالظَّاهِرِ أَنَّهُ لَمْ يُتَبَّ وَاحْتِمَالُ تَوْبَةٍ أَضْعَفُ مِنْ إِيْمَانِهِ
وَيُلْحَقُ بِهِ ابْنُ زِيَادٍ وَابْنُ سَعْدٍ وَجَمَاعَتُهُ فَلَعْنَةُ اللَّهِ عَزَّ وَجَلَّ عَلَيْهِمْ أَجْمَعِينَ
وَعَلَى أَنْصَارِهِمْ وَأَعْوَانِهِمْ وَشَبْعَتِهِمْ وَمَنْ مَالَ إِلَيْهِمْ إِلَى يَوْمِ الدِّينِ مَا دَمَعَتْ
عَيْنُ عَلِيٍّ أَبِي عَبْدِ اللَّهِ الْحُسَيْنِيِّ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُمْ“

خلاصہ: سید علامہ سید محمود آلوسی رحمہ اللہ تعالیٰ، صاحب روح المعانی کے مختار کا یہ

ہے کہ یزید خبیث تھا اور مسلمان نہیں تھا کافر تھا اور اس کو آنحضرت ﷺ کی رسالت کے ساتھ
نقصیق نہیں تھی اور جو اس نے اہل حرم مکہ اور اہل حرم مدینہ الرسول ﷺ اور آپ کی اولاد پاک
کے ساتھ ظلم کیا۔ ان سب کا مجموعہ اس جرم سے کم نہیں ہے کہ کوئی آدمی قرآن پاک کا ورق
گندگی میں پھینک دے۔ علامہ آلوسی کا مقصد یہ ہے کہ کتب فقہ میں مصرح ہے کہ اگر کوئی
آدمی قرآن یعنی مصحف کا ورق پاخانہ اور گندگی میں پھینک دے تو کافر ہو جاتا ہے اور یزید

سے جو جرائم صادر ہوئے ہیں جن کا ابھی ذکر ہوا ہے ان جرائم کا مجموعہ ورق مصحف گندگی میں ڈالنے والے کے جرم سے کم نہیں ہے۔ بلکہ زیادہ ہے پس یزید بطریق اولیٰ کافر ہو گیا، کیونکہ اہل بیت رسول اللہ ﷺ بھی آنحضرت ﷺ کے بدن کا جزء اور حصہ ہیں۔ جیسے ورق مصحف کا جزء اور حصہ ہے اور مصحف جو کہ مجموعہ اوراق ہے۔ یہ مخلوق ہے اور آنحضرت ﷺ جب تمام مخلوق سے افضل ہیں تو مصحف شریف سے بھی افضل ہیں۔ تو جب مصحف شریف کے ورق اور جزء کی توہین کفر ہے تو آنحضرت ﷺ کی جزء کی توہین بلکہ اجزاء کی توہین بطریق اولیٰ کفر ہوگی۔

خلاصہ یہ ہے کہ علامہ آلوسی بغدادی نے یزید کے کفر کی دو وجہ بیان کی ہیں:

وجہ اول: یزید کے اشعار سے معلوم ہوتا ہے کہ یزید کو آنحضرت ﷺ کی رسالت کے ساتھ تصدیق نہیں تھی۔

وجہ دوم: یزید خبیث نے اہل حرم مکہ اور اہل حرم مدینہ اور اہل بیت رسول ﷺ پر جو ظلم کئے ان کا مجموعہ اس آدمی کے جرم سے کم نہیں ہے جس نے مصحف شریف کا ورق گندگی پر پھینک دیا۔ اس کے بعد علامہ آلوسی رحمہ اللہ تعالیٰ ان صحابہ کا عذر بیان کرتے ہیں جنہوں نے یزید سے بیعت کی ہے کہ یزید کی خباثتیں اس دور کے بزرگ مسلمانوں پر مخفی نہ تھیں۔ لیکن وہ بزرگ مسلمان یزید کے ہاتھوں مغلوب اور قہرزدہ تھے۔ اس لئے ان کیلئے سوائے صبر کے چارہ نہ تھا۔

یہاں تک علامہ آلوسی نے دو وجہ سے یزید کا کفر ثابت کیا ہے۔ اب کہتے ہیں کہ اگر تسلیم کر لیا جائے کہ یزید خبیث مسلمان تھا تو اس نے اتنے کبار کا ارتکاب کیا کہ زبان ان کے بیان سے قاصر ہے۔ یزید کے متعلق دو امر ہیں:

اول: یہ کہ کافر تھا یا مسلمان تو علامہ آلوسی نے اپنا مختار ذکر کر دیا کہ دراصل وہ کافر تھا یا کہ بہت بڑا فاسق، فاجر۔

امر دوم: یزید پر بشخصہ لعنت جائز ہے یا نہ۔ تو علامہ آلوسی فرماتے ہیں کہ میرا مختار یہ ہے کہ یزید اور اس کی مثل جو ظالم ہو اس پر بشخصہ اور بعینہ لعنت جائز ہے۔ اگرچہ یزید کی مثل کوئی فاسق

ہے اور یزید ان کبار میں منفرد ہے، کیونکہ آنحضرت ﷺ کی مثال اور نظیر نہیں تو آپ کی اہل بیت کی بھی نظیر اور مثال نہیں ہے۔ تو پھر آپ کی اہل بیت پر ظلم کی بھی کسی اور کی اہل بیت پر ظلم کی نظیر نہیں ہے۔ پھر مشہور یہ ہے کہ یزید نے اس جرم کے بعد توبہ کی تھی۔ علامہ آلوسی اس توبہ کا رد کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ جزی بات یہ ہے کہ یزید نے توبہ نہیں کی اور اس کی توبہ کا احتمال اسکے ایمان کے احتمال سے زیادہ ضعیف ہے، یعنی یزید میں ایمان کے لحاظ سے دو احتمال ہیں:

اول: یہ کہ مسلمان ہے۔

دوم: یہ کہ کافر ہے۔

لیکن راجح اور ظن غالب کفر کا ہے اور ایمان کا احتمال مرجوح اور ضعیف ترین ہے، لیکن اس کی توبہ اسکے احتمال ایمان سے بھی ضعیف ترین ہے۔

یہاں یہ جاننا ضروری ہے کہ ایمان تصدیق ہے اور تصدیق ظن سے شروع ہوتی ہے اور مرجوح جانب تصور ہے لہذا اگر ایمان کا احتمال مرجوح اور ضعیف ہو تو یہ ایمان نہیں ہے بلکہ ایمان کا صرف تصور ہے۔ یہاں دراصل علامہ آلوسی یہ بیان کر رہے ہیں کہ ان کا مختار یہ ہے کہ یزید پر لعنت شخصی جائز ہے۔ اسکے بعد علامہ آلوسی کہتے ہیں کہ جو کفر اور لعنت بشخصہ کا حکم یزید کیلئے ذکر کیا جا چکا ہے۔ وہی حکم ابن زیاد اور ابن سعد اور دوسری جماعت کا ہے جو یزید کی حمایت میں آئے اور حضرت امام حسین کو شہید کرنے میں شریک تھے۔ اس کے بعد علامہ آلوسی اپنی طرف سے ان سب پر لعنت کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ غالب اور بزرگ کی لعنت ان سب پر ہو اور ان کے مددگاروں اور معاونوں اور ان کے شیعہ گروہ پر اور جس نے ان کی طرف میلان کیا یعنی جنہوں نے یزید کو حق بجانب سمجھا اور یہ لعنت قیامت تک ہو جب تک کہ ابو عبد اللہ امام حسین ﷺ پر آنکھیں آنسو بہاتی رہیں۔

روح المعانی کی عبارت مذکورہ بالا کے بعد اب حضرت محقق شیخ عبدالحق محدث دہلوی کا یزید کے متعلق ملاحظہ ہو۔ بخشی نیر اس مولوی بر خوردار ملتانی نے حاشیہ نیر اس میں

شیخ محقق کی عبارت یوں نقل کی ہے ملاحظہ ہو۔

”قال الدہلوی بعد عذر القباہ منہ ودر اثناء اس از دنیا بچشم شفاء و دیگر احتمال تو یہ دو رجوع اور اخذ اواند“۔

خلاصہ عبارت یہ ہے کہ حضرت شیخ دہلوی نے پہلے وہ قباہ ذکر کئے جو یزید سے سرزد ہوئے اور اس کے بعد شیخ نے کہا کہ اس مدت کے درمیان یزید دنیا سے جہنم اور دوزخ کی طرف دوڑا۔ اب اسکی توبہ اور رجوع کو خدا جانے۔

اس عبارت میں حضرت شیخ رحمہ اللہ تعالیٰ نے دو چیزوں کی طرف اشارہ کیا ہے: اول: یہ کہ یزید کا فر تھا کیونکہ مسلمان کے متعلق یہ کہنا درست نہیں کہ وہ دنیا سے دوزخ کی طرف دوڑا۔

دوم: یہ جو کہا جاتا ہے کہ یزید نے اپنے افعال بد سے توبہ کی، یہ بالکل غلط ہے کیونکہ ”الثائب مِنَ الذَّنْبِ كَحَمَلٍ لَا ذَنْبَ لَهُ“ وارد ہے تو تائب دنیا سے جنت کی طرف جاتا ہے، نہ کہ جہنم اور دوزخ کی طرف اور یزید بقول شیخ دہلوی رحمہ اللہ تعالیٰ دنیائے دوزخ کی طرف دوڑا۔

اب آخر میں خود حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کا یزید کے متعلق فتویٰ ملاحظہ ہو، ہر اس میں ہے: ”وَأَمَّا نَصَبُهُ مُعَاوِيَةَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ ظَنًّا بِصَلَاحِهِ كَمَا رَوَى عَنْهُ أَنَّهُ قَالَ أَلَلَّهُمْ إِنْ كَانَ يَزِيدُ عَلَى مَا ظَنُّنَا وَلَا أَفْعَلُ مَوْتَهُ وَقَدْ اسْتُجِيبَ دُعَاؤُهُ فَلَمْ يَطْلُ مُلْكُهُ“

یعنی یزید اپنے والد حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی زندگی میں فاسق و فاجر تھا لیکن حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ اس کا علم نہ تھا۔ ان کا گمان تھا کہ یزید صالح اور اچھا ہے۔ اس لئے اس کو اپنا نائب مقرر کیا اور اس پر دلیل یہ ہے کہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے یزید کو نائب مقرر کرنے کے بعد اللہ تعالیٰ جل شانہ سے یہ دعاء مانگی کہ اے رب العزت اگر یزید اچھا اور نیک ہے جیسا کہ میرا ظن اور گمان تو پھر تو ٹھیک ہے کہ میں نے صالح کو نائب مقرر کیا ہے اور

اگر یزید فی الواقع برا ہے، اور صالح نہیں ہے تو اس پر جلدی موت آجائے۔ چونکہ یزید برا تھا تو حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی بددعائے یزید کے متعلق اللہ تعالیٰ نے قبول فرمائی اور اسکی حکومت اور سلطنت مختصر ہوئی اور لمبی نہ ہوئی۔ یعنی صرف تین سال اور کچھ ماہ یزید حاکم رہا یعنی امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی بددعائے مقبول ہوئی تو پتہ چلا کہ یزید فاسق و فاجر اور برا تھا، اور خلافت کا مستحق نہ تھا اور حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ مطلقاً یزید کی خلافت پر راضی نہ تھے۔

اب بندہ صاحب ہر اس کی ایک عبارت نقل کرتا ہے جس سے اہل سنت کا یزید اور اہل بیت کے متعلق عقیدہ معلوم ہوتا ہے کہ اہل سنت کو ان دونوں کے متعلق کیا عقیدہ رکھنا چاہیے۔ عبارت ملاحظہ ہو: ”نَعَمْ فُبُحِ أَفْعَالُهُ مَشْهُورٌ وَحُبُّ أَهْلِ الْبَيْتِ وَاجِبٌ“ خلاصہ عبارت یہ ہے کہ یزید خبیث نے جو برے اور قبیح فعل کئے ہیں وہ اتنے مشہور ہیں کہ دلیل سے ثابت کرنے کی ضرورت نہیں، اہل بیت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت ہر مسلمان پر واجب ہے اور اہل سنت کا یہی عقیدہ ہے اب جو لوگ یزید کی طرفداری کرتے ہیں اور اس کو حق بجانب جانتے ہیں۔ ان کے متعلق علماء اہل سنت کا فتویٰ ملاحظہ ہو۔

حاشیہ ہر اس میں ملا علی قاری رحمہ اللہ تعالیٰ کی عبارت یوں نقل کی گئی ہے:

”قَالَ عَلِيُّ بْنُ الْقَارِي وَآمَّا مَا تَفَوَّهَ بَعْضُ الْجَهْلَةِ مِنْ أَنَّ الْحُسَيْنَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ كَانَ بَاغِيًا قَبَاطِلُ عِنْدَ أَهْلِ السُّنَّةِ وَالْجَمَاعَةِ“

یعنی وہ لوگ بڑے جاہل ہیں جو یہ کہتے ہیں کہ یزید حق بجانب تھا اور امام حسین رضی اللہ عنہ باغی تھے۔ نعوذ باللہ۔ یہ بالکل باطل ہے اور اہل سنت و جماعت کے عقیدہ کے خلاف ہے۔ محشی ہر اس کہتا ہے کہ علی قاری کی مراد بعض الجملۃ سے کیا ہے؟ عبارت ملاحظہ ہو:

”السُّرَادِيُّ بَعْضُ الْجَهْلَةِ ابْنُ الْعَرَبِيِّ الْمَالِكِيُّ الشَّارِحُ لِلْبَيِّنَاتِ كَانَ عَالِمًا فَاضِلًا وَغَيْرَهُ الْقَارِي هُنَا بَعْضُ الْجَهْلَةِ لِأَنَّهُ قَالَ فِي هَذَا الْمَقَامِ خِلَافَ الْعِلْمِ وَهُوَ جَهْلٌ وَلَيْعَمَ مَا قِيلَ“

یعنی علی قاری کی مراد بعض جاہلوں سے ابن عربی مالکی ہے۔ جس نے ترمذی

شریف کی شرح کی ہے اور یہ بڑا عالم فاضل تھا، اور علی قاری نے اسے جاہل اس لئے کہا ہے کہ اس نے یزید کی طرف داری کی اور امام حسین ؑ کو باغی کہا۔ یہ بات علم کے خلاف ہے اور کوئی عالم ایسا نہیں کہتا اور علم کا خلاف جہل ہے۔ چنانچہ فارسی کے مصرع کا یہی مطلب ہے کہ وہ علم کہ را حق نہ دکھائے وہ جہالت ہے۔ چونکہ ابن عربی اگرچہ عالم فاضل تھا لیکن اس کو علم نے حضرت امام حسین ؑ اور یزید کے متعلق را حق نہ دکھایا لہذا اس کا علم جہالت ہے تو علی قاری رحمہ اللہ تعالیٰ کا اسکو بعض الجملۃ سے تعبیر کرنا درست ہے۔ اب یزید کے طرفداروں کے متعلق سید محمود آلوسی صاحب روح المعانی کا فتویٰ ملاحظہ ہو: "وَأَنبَوَ كُفْرُ بِنِ عَرَبِي الْمَالِكِي عَلَيْهِ مِنَ اللَّهِ تَعَالَى مَا يَسْتَحِقُّ أَكْثَرُ الْفِرْيَةِ فَرَعَمَ أَنَّ الْحُسَيْنَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ قُتِلَ بِسَيْفٍ جَدِّهِ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَلَهُ مِنَ الْجَهْلَةِ مَوَافِقُونَ عَلَى ذَلِكَ كَثُرَتْ كَلِمَةً تَخْرُجُ مِنْ أَفْوَاهِهِمْ إِنْ يَقُولُونَ إِلَّا كَذِبًا قَالَ ابْنُ الْجَوَازِي عَلَيْهِ الرَّحْمَةُ فِي كِتَابِهِ السُّرُ الْمَصُونُ مِنَ الْإِعْتِقَادَاتِ الْعَامَّةِ النَّبِيُّ غَلَبَتْ عَلَى جَمَاعَةٍ مُنْتَسِبِينَ إِلَى السُّنَّةِ أَنْ يَقُولُوا إِنْ يَزِيدُ كَانَ عَلَى الصَّوَابِ وَإِنَّ الْحُسَيْنَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ أَخْطَأَ فِي الْخُرُوجِ عَلَيْهِ"

جس ابن عربی مالکی کی قبل ازیں علی قاری نے مذمت کی ہے اور اس کے قول کو علم کے خلاف قرار دیکر اس کو جاہل قرار دیا ہے۔ اسی ابو بکر بن عربی مالکی کی سید محمود آلوسی صاحب روح المعانی نے بھی مذکورہ بالا عبارت میں شدید مذمت کی ہے کہ ابن عربی نے کہا کہ امام حسین ؑ اپنے جدا امجد ؑ کی تلوار سے قتل کیے گئے یعنی یزید نے جو حضرت امام حسین ؑ کے قتل کا حکم دیا یہ شریعت محمد مصطفیٰ ؐ کے مطابق تھا تو علامہ آلوسی کہتے ہیں کہ ابن عربی نے یہ بہت بڑا بہتان امام عالی مقام پر باندھا ہے۔ خدا اسے وہ عذاب دے جس کا وہ مستحق ہے اور بعض اور جاہل بھی ہیں جنہوں نے ابن عربی مالکی کی موافقت کی ہے۔ پھر صاحب روح المعانی نے قرآن پاک کی ایک آیت سے اقتباس کرتے ہوئے کہا کہ ابن عربی اور اسکے موافقین نے جو قول کیا ہے، یہ بہت بڑا کلمہ ہے جو ان کے منہ سے خارج ہوا ہے۔ یہ

نے بہت بڑا جھوٹ بولا ہے۔ محدث ابن جوزی نے کہا کہ ایک جماعت ہے جو کہ علم کی طرف منسوب ہوتی ہے۔ ان کا یہ عام عقیدہ جو ان پر غالب ہے وہ یہ کہ یزید نے امام حسین ؑ کو باغی کہا ہے اور حضرت امام حسین ؑ نے جو یزید کے خلاف خروج کیا یہ خطا ہے۔ اب بھی ابن عربی کی طرح جھوٹ اور بالکل باطل ہے۔

اس کے بعد صاحب روح المعانی ابن عربی اور اسکے موافقین کا رد کرتے ہوئے کہتے ہیں: "وَلَوْ نَظَرُوا فِي السِّيَرِ لَعَلِمُوا كَيْفَ عُقِدَتْ لَهُ الْبَيْعَةُ وَالزَّيْمُ النَّاسُ هَاؤُلَاءِ فَعَلُوا فِي ذَلِكَ كُلِّ قَبِيحٍ ثُمَّ لَوْ قَدَرْنَا صِحَّةَ عُقْدِ الْبَيْعَةِ فَقَدْ بَدَتْ مِنْهُ مَوَادُّ كُلِّهَا تَوْجِبُ فُسْخَ الْعَقْدِ وَلَا يَمِيلُ إِلَى ذَلِكَ إِلَّا كُلُّ جَاهِلٍ غَامِي الْمَذْهَبِ يَظُنُّ أَنَّهُ يَغِيظُ بِذَلِكَ الرَّافِضَةَ هَذَا"

ابن عربی مالکی کے رد کا خلاصہ یہ ہے کہ یہ یزید کی طرف داری کرنے والے اگر سیرت کی کتابوں کا مطالعہ کرتے تو ان کو معلوم ہو جاتا کہ اول تو یزید کی بیعت جبری ہے اور اتفاق ہی نہیں ہوئی اور اگر بالفرض متحقق ہوئی ہے تو یزید سے اتنے قبائح صادر ہوئے ہیں جس سے عقد بیعت فسخ ہو جاتا ہے اور یزید کی طرف داری صرف جاہل لوگ ہی کرتے ہیں اور ان کا مقصد محض اہل شیعہ اور رافضیوں کو غصہ دلانا ہے۔

یہ فقیر عرض کرتا ہے کہ آجکل بھی بعض منسوبین الی اہل السنۃ والجماعۃ نے یہ طریقہ اختیار کر رکھا ہے کہ وہ اہل تشیع کو غصہ دلانے کیلئے یزید کی بے جا طرف داری کرتے ہیں۔ چنانچہ انہیں لوگوں کا تالیف کردہ ایک رسالہ بندہ نے دیکھا ہے جس میں یہ جرات کی گئی ہے کہ حضرت امام حسین ؑ یزید کو امیر المومنین کہتے اور مانتے تھے۔ بندہ بھی یہاں سید محمود آلوسی کی اتباع میں کہتا ہے۔ "كَبُرَتْ كَلِمَةً تَخْرُجُ مِنْ أَفْوَاهِهِمْ إِنْ يَقُولُونَ إِلَّا كَذِبًا"۔ اہل سنت کیلئے یہ سخت نامناسب ہے کہ رافضیوں کو غصہ دلانے کیلئے یزید کو امیر المومنین کہا جائے کیونکہ یہ طریقہ خوارج کا ہے۔ اس فقیر نے رسالہ عقیدہ اہل سنت میں اہل تشیع کا رد و تبلیغ کیا ہے۔ شاید ہی اس دور میں کسی اہل سنت نے ایسا رد کیا ہو۔ اس کے باوجود

بندہ نے بالفاظ علماء اعلام یزید کو کافر حبشی ملعون لکھا ہے۔

اب بندہ رسالہ کی جز سوم کا خلاصہ نقل کرنے سے قبل حضرت امام حسین علیہ السلام کے خصوصاً اور اہل بیت رسول کے عموماً چند مناقب ذکر کرتا ہے۔ اس لئے کہ ان مناقب پر جز سوم کا خلاصہ موقوف ہے۔ ملاحظہ ہو مشکوٰۃ بحوالہ ترمذی شریف "عن زید بن ارقم رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اِنِّیْ فَا رِکُ فِیْکُمْ مَا اِنِّیْ تَمَسُّکُمْ بِہِ لَنْ تَصِلُوْا بِعِدِّیْ اَحَدُہُمَا اَعْظَمُ مِنَ الْاٰخَرِ کِتَابُ اللّٰہِ حَبْلٌ مَّمْدُوْدٌ مِنَ السَّمَاءِ اِلٰی الْاَرْضِ وَعِشْرَتِیْ اَهْلُ بَیْتِیْ وَلَنْ یَّتَفَرَّقَ اَحَدُہُمْ یَرٰذَا عَلٰی الْخَوَاضِ فَانْظُرُوْا کَیْفَ تَخْلُقُوْنِیْ فِیْہِمَا رَوٰہُ الترمذی"

خلاصہ حدیث شریف یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں تم میں وہ چیز چھوڑنے والا ہوں کہ اگر تم نے اس چیز کے ساتھ اتباع اور استدلال کیا تو میرے بعد تم ہرگز گمراہ نہ ہو گے ان میں سے ایک دوسرے سے بزرگ تر ہے۔ ایک اللہ تعالیٰ کی کتاب جو کہ ایسی رسی ہے جو کہ آسمان اور زمین کے درمیان کھینچی گئی ہے اور دوسری میری اولاد اور اہل بیت ہے۔ یہ دونوں ہرگز ایک دوسرے سے جدا نہ ہوں گے، حتیٰ کہ دونوں حوض کوثر پر مجھ سے ملاقات کریں گے۔ پس تم پر لازم ہے کہ تم اس امر کا خیال کرو گے کہ تم ان دونوں کے متعلق میرے کیسے خلیفہ بنو گے۔ غور فرمائیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے تصریح فرمادی کہ میری موجودہ اولاد اور اہل بیت حق صراط مستقیم پر ہوگی۔ کیونکہ آپ نے موجودہ اہل بیت کو ہادی قرار دیا کہ ان سے دوسرے لوگ ہدایت حاصل کریں گے اور انکی اتباع کی وجہ سے گمراہ نہ ہوں گے۔ تو جو دوسرے کیلئے ہادی ہو خود بطریق اولیٰ ہدایت پر ہوگا اور یہ امر ظاہر ہے کہ جس عترت اور اہل بیت کا حدیث شریف میں ذکر ہے۔ حسنین کریمین ان میں اصالت اور اولاد داخل ہیں اور یہ ہر دو صرف ہادی ہی نہیں ہیں بلکہ مینار ہدایت ہیں کسی اور کو وہ فضیلت جزئی حاصل نہیں جو ان دونوں کو حاصل ہے۔ یزید فاسق فاجر حبشیث کو قطعاً یہ حق نہیں ہے کہ وہ ان کا امیر المومنین ہو۔ حضرت امام حسین علیہ السلام کی تعریف و توصیف حدیث مذکور بالا میں مصرح

ہے۔ ان کو باغی کہنا اور یزید کو امیر المومنین، یہ اسلام سے بغاوت اور حدیث بالا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تکذیب ہے۔ کیا ایک باغی کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مینار ہدایت قرار دیا، اور ایک فاسق فاجر کو۔ کا امیر المومنین قرار دیا۔

حدیث دوم: "وعنه ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال لِعَلِیِّ وَفَاطِمَۃَ وَالْحَسَنَ وَالْحُسَیْنَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمْ اَنَا حَوْثٌ لِّمَنْ حَارَبَہُمْ وَسَلَمٌ لِّمَنْ سَالَمَہُمْ" (رواہ الترمذی)

یہ حدیث بھی حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی اور حضرت فاطمہ اور حسنین کریمین علیہم السلام کے متعلق فرمایا کہ جس آدمی نے ان چار سے لڑائی کی میں اس سے لڑائی کر نیوالا ہوں۔ لڑائی چونکہ دشمن سے ہوتی ہے تو معنی یہ ہوا کہ جو ان کا دشمن ہے، میں اس کا دشمن ہوں اور جس نے ان چار سے صلح کی میں اس سے صلح کرنے والا ہوں۔ چونکہ یزید نے حضرت امام حسین علیہ السلام سے لڑائی کی ہے۔ لہذا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یزید سے لڑائی کی اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم یزید کے دشمن ہیں تو کیا نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا دشمن مسلمانوں کا خلیفہ اور امیر المومنین بن سکتا ہے اور کیا امام حسین علیہ السلام اس جلالِ قدر کے باوجود یزید کے مقابلہ میں باغی قرار دیے جاسکتے ہیں، ہرگز نہیں۔

حدیث سوم: "عن ابی سعید قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الْحَسَنُ وَالْحُسَیْنُ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا سِیْدَا اَشْبَابِ اَهْلِ الْجَنَّةِ" (رواہ الترمذی)

یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ امام حسن اور امام حسین علیہم السلام ان جنتیوں کے سردار ہیں، جو کہ جوانی میں فوت ہوئے اگرچہ یہ دونوں خود جوانی میں فوت نہیں ہوئے اس حدیث شریف میں بھی ان لوگوں کا ردِ تبلیغ ہے جو حضرت امام حسین علیہ السلام کو یزید کے مقابلہ میں باغی کہتے ہیں اور یزید کو حق پر مانتے ہیں اور یہ نہیں سوچتے کہ باغی جو ان جنتیوں کا کیسے سردار ہو سکتا ہے اور یزید جس نے حضرت امام حسین علیہ السلام کو شہید کیا جو کہ جو ان جنتیوں کے سردار ہیں یہ یزید کیسے حق پر ہو سکتا ہے؟

حدیث چہارم: اِنَّ مَا بَعَثَ شَرِيفٌ مِّنْهُ: "عَنْ اَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ مَنْ اَحَبَّ الْحَسَنَ وَ الْحُسَيْنَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا فَقَدْ اَحَبَّنِي وَمَنْ اَبْغَضَهُمَا فَقَدْ اَبْغَضَنِي"

یعنی آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ جو آدمی حسین کریمین سے محبت رکھتا ہے۔ وہ مجھ سے محبت رکھتا ہے اور جو ان دونوں سے بغض رکھتا ہے۔ وہ مجھ سے بغض رکھتا ہے۔

اب غور کریں کہ آنحضرت ﷺ نے حسین کریمین کی محبت کو اپنی محبت اور ان کے ساتھ بغض کو اپنے ساتھ بغض قرار دیا۔ اب دیکھنا یہ ہے کہ یزید نے جو امام حسین ﷺ اور ان کے اہل بیت کو قتل کرایا اور انکی توہین کی تو ظاہر ہے کہ یزید ان کے ساتھ محبت نہیں کرتا تھا بلکہ بغض رکھتا تھا۔ تو فرمان نبوی ﷺ کے مطابق وہ آنحضرت ﷺ کے ساتھ بھی بغض رکھتا تھا اور اس نے اس بغض کی اپنے اشعار میں تصریح بھی کی ہے کہ جنگ بدر میں یزید کے اجداد کفار جو آنحضرت ﷺ نے قتل کئے۔ یزید کہتا ہے کہ میں نے میدان کرب و بلا میں ان کفار کے قتل کا بدلہ لے لیا ہے اور یہ اظہار من الشمس ہے کہ نبی کریم ﷺ سے بغض رکھنے والا نہ تو مسلمان ہو سکتا ہے اور نہ ہی امیر المومنین۔

اب ان مناقب کے بعد بندہ اصل اور نہایت پیچیدہ مسئلہ کا ذکر کرتا ہے، جس کی طرف موجودہ دور کے علماء اہل سنت نے توجہ نہیں کی۔ وہ مسئلہ یہ ہے کہ حضرت امام حسین ﷺ نے یزید کے خلاف خروج کیا ہے اور جہاد کیا ہے اور اسی جہاد کیلئے مدینہ شریف سے نکل کر کوفہ آنے کا ارادہ فرمایا اور یہی وجہ ہے کہ وہ اپنی مستورات مطہرات اور چھوٹے بچوں کو ساتھ لائے۔ تاکہ زندگی اور موت میں اکٹھے رہیں۔ کیونکہ اگر اہل وعیال کو مدینہ منورہ میں چھوڑ آتے تو چونکہ ان کا کوئی سرپرست نہیں تھا۔ اس لئے حضرت امام ﷺ کو انکی فکر رہتی۔

اس جگہ دو طرح کی تقریر ہے:-

تقریر اول: یزید مومن تھا یا کہ کافر، اگر وہ مسلمان تھا اور مسلمانوں کا امیر تھا تو صاحب نبراس کے حوالہ سے بندہ قائل ازیں بیان کر چکا ہے کہ شرع شریف کا حکم یہ ہے کہ: "وجوب طاعة

الامير ولو فاسقا جائرا"، یعنی مسلمان امیر کی اطاعت دوسرے مسلمانوں پر واجب ہے، اگرچہ وہ امیر فاسق اور ظالم ہو، تو حضرت امام حسین ﷺ پر لازم اور واجب تھا کہ وہ یزید کی اطاعت کرتے اور یزید سے بلا چون و چرا بیعت کر لیتے اور اس امر پر تقریباً اجماع ہے کہ حضرت امام حسین ﷺ نے یزید کی ناطاعت کی اور نہ بیعت کی۔

سر داد نہ داد دست و دست یزید
حقا کہ بنائے لا الہ است حسین

تو اب اطاعت اور بیعت نہ کر کے حضرت امام حسین ﷺ نے ترک واجب کیا اور گناہ کا ارتکاب کیا اور اہل سنت کو اسکی مذمت کرنی چاہیے اور نیز امام نے یزید کے خلاف خروج کیا اور مسلمان امیر کے خلاف خروج بغاوت ہے تو امام نے بغاوت کا ارتکاب کیا اور باغی ٹھہرے۔ حالانکہ چار احادیث سے جو امام کے مناقب ذکر کئے گئے ہیں وہ تارک واجب اور باغی کے مناقب نہیں ہو سکتے۔ کیونکہ آنحضرت ﷺ کسی تارک واجب اور باغی کے متعلق نہیں فرما سکتے کہ اسکی محبت میری محبت اور اس سے بغض مجھ سے بغض ہے اور نہ ہی یہ فرما سکتے ہیں کہ باغی جو ان جنتیوں کا سردار ہوگا۔

خلاصہ تقریر اول یہ ہے کہ یزید کو اگر مسلمان اور امیر المومنین تسلیم کیا جائے تو لازم آئے گا کہ حضرت امام حسین ﷺ تارک واجب اور باغی ہوں۔ ملازمہ پر دلیل یہ ہے کہ مسلمان امیر اگرچہ فاسق ظالم ہو۔ اسکے خلاف خروج بغاوت ہے اور امام حسین ﷺ نے خروج کیا اور لازم باطل ہے، اور حضرت امام ﷺ کو باغی کہنا باطل ہے اس کی دلیل چار احادیث مذکورہ بالا ہیں کہ باغی جنتیوں کا سردار نہیں ہو سکتا۔ اور اسکی محبت نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کی محبت نہیں ہو سکتی اور اس سے بغض نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام سے بغض نہیں ہو سکتا۔ جب لازم باطل ہو تو ملزوم بھی باطل ٹھہرا اور ملزوم یہ تھا کہ یزید مسلمان اور امیر المومنین ہو جب ملزوم باطل ہو تو یزید کا مسلمان اور امیر المومنین ہونا باطل ہو تو یزید کا کافر اور غاصب ہونا ثابت ہوا کیونکہ ایمان اور کفر کے درمیان واسطہ نہیں ہے۔

بندہ کی یہ تقریر اول قیاس استثنائی اتصالی ہے۔ جس کا خلاصہ یہ ہوگا کہ اگر یزید مسلمان اور امیر المؤمنین ہو تو امام حسین علیہ السلام تارک واجب اور باغی ہوں گے اور تالی باطل ہے تو مقدم بھی باطل ہوگا۔ تو یزید کا کفر اور غاصب ہونا ثابت ہوگا۔
تقریر دوم: یہ ہے کہ امام حسین علیہ السلام نے جو یزید کے خلاف خروج کیا اور کرب و بلاء میں شدید معرکہ ہوا اور کسی شاعر نے کہا:

کس شیر کی آمد ہے کہ دن کا نپ رہا ہے

تو اس معرکہ میں حق پر کون تھا؟ اگر یہ کہا جائے کہ یزید حق پر تھا تو لازم آئے گا کہ حضرت امام حسین علیہ السلام باطل پر تھے۔ کیونکہ دونوں حق پر نہیں ہو سکتے، اور لازم اور تالی باطل ہے کیونکہ جو باطل پر ہو اس سے محبت نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کی محبت اور اس سے بغض نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام سے بغض نہیں ہو سکتا اور جو باطل پر ہو وہ جنتیوں کا سردار نہیں ہو سکتا۔ جب لازم اور تالی باطل ہو تو مقدم اور مقدم بھی باطل ہو اور مقدم اور ملزوم یہ تھا کہ معرکہ کرب و بلاء میں یزید حق پر تھا جب یہ باطل ٹھہرا تو یہ ثابت ہوا کہ یزید باطل پر تھا یہ بھی قیاس استثنائی اتصالی ہے۔ منطق میں جس دلیل اور قیاس سے بحث ہوتی ہے۔ یہ ابتداء میں دو قسم ہے۔

اول: قیاس اقتزانی

دوم: قیاس استثنائی۔ پھر قیاس اقتزانی کی دو قسمیں ہیں۔

اول: قیاس اقتزانی حملی

دوم: اقتزانی شرطی اور ان دو قسم اقتزانی کی چار چار شکلیں ہیں۔

شکل اول: بدیہ الانساج ہے یعنی شکل اول کا نتیجہ اتنا واضح ہے کہ اسکی صحت پر دلیل کی ضرورت نہیں ہے اور اسکی صحت واضح ہے۔

اب بندہ قیاس اقتزانی حملی کی شکل اول سے یزید کی لعنت شخصی پر دلیل قائم کرتا ہے۔

صغریٰ یہ ہے۔

يَزِيدُ ظَالِمٌ. كَبْرَى كُلِّ ظَالِمٍ عَلَيْهِ لَعْنَةُ اللَّهِ.

اب نتیجہ یہ ہوگا۔ يَزِيدُ عَلَيْهِ لَعْنَةُ اللَّهِ.

صغریٰ پر تو اہل سنت کا اجماع ہے کہ یزید کا رویہ اہل بیت کے ساتھ ظالمانہ تھا۔ اس پر کسی دلیل کی ضرورت نہیں اور کبریٰ پر دلیل قرآن پاک کی آیت مبارکہ ہے۔ لَعْنَةُ اللَّهِ عَلَى الظَّالِمِينَ۔ جب صغریٰ اور کبریٰ دونوں صحیح ہوئے اور شکل کے تمام شرائط ایجاب صغریٰ کلیۃ کبریٰ متحقق ہوئے تو نتیجہ یقیناً درست ہوگا۔



بسم اللہ الرحمن الرحیم

بندہ ابتداء میں ذکر کر چکا ہے کہ اس فقیر نے ایک رسالہ بنام عقیدہ اہل سنت تحریر کیا تھا اور بعض احباب کے فرمان پر اس رسالہ میں زیادتی کی اور اس زیادتی کے تین اجزاء تھے۔ اب تینوں اجزاء ختم ہوئے۔ فالحمد للہ تعالیٰ عز وجل۔

اب آخر میں خاتمہ کے طور پر بندہ ایک ضروری امر بیان کرتا ہے۔ وہ یہ کہ بندہ نے ایک رسالہ دیکھا ہے جو کسی قریشی صاحب کی تصنیف ہے۔ جس میں بعض چیزیں ایسی ہیں جن سے اس فقیر کو شدید اختلاف ہے۔ اس رسالہ میں یزید کی ناجائز طور پر طرفداری کی گئی ہے۔ جس سے معلوم ہوتا ہے کہ رسالہ کے مؤلف قریشی صاحب کا میلان یزید کی طرف ہے اور مؤلف بھی یزید کے اعوان و انصار سے ہے۔

اس لئے بندہ کو مناسب معلوم ہوا کہ اس رسالہ میں قریشی صاحب نے جو قابل اعتراض باتیں کی ہیں انکی نشاندہی کی جائے۔ رسالہ کی عبارت ملاحظہ ہو۔ رسالہ کے صفحہ نمبر ۲ پر قریشی صاحب رقمطراز ہیں۔ حضورؐ نے اپنی چار صاحبزادیوں میں سے تین شہزادیاں خاندان بنو امیہ کو بیاہ دیں اور چوتھی شہزادی حضرت سیدہ فاطمہؓ، حضرت علیؓ کو بیاہ دی۔ جن سے شکر رنجی ہو جانے کو رسول اللہؐ نے بڑی ناگواری سے محسوس فرمایا تھا، تو حساب کے تناسب سے ۵۷ فیصدی دامادی کا شرف بنو امیہ کو حاصل ہوا۔ اور ۲۵ فیصدی دامادی کا شرف بنو ہاشم کے حصہ میں آیا۔ رسالہ کی عبارت ختم ہوئی۔

بندہ عرض کرتا ہے کہ جناب قریشی صاحب نے آنحضرت ﷺ کا ذکر مبارک مذکورہ بالا عبارت میں دو جگہ پر کیا ہے۔

اول: حضورؐ نے اپنی چار صاحبزادیوں (اور لفظ حضور پر سے درود شریف کی طرف اشارہ کیا۔ اسکی دو وجہ ہیں:

ایک یہ کہ پورا درود لکھنے میں وقت زیادہ صرف ہوتا ہے اور لفظ میں وقت کی بچت ہے دوسری وجہ یہ ہے کہ پورا درود شریف لکھنے میں کاغذ زرا زیادہ خرچ ہوتا ہے اور صرف کے

لکھنے میں کاغذ کی بچت ہے۔ تو قریشی صاحب نے نقش ۳ لکھ کر وقت اور کاغذ دونوں کی بچت کی ہے جو کہ بہت کجوسی اور نامناسب ہے۔ حدیث میں تین آدمیوں کو بد بخت کہا گیا ہے ان میں سے ایک وہ مسلمان ہے جو کہ آنحضرت ﷺ کا نام آئے اور وہ درود شریف نہ پڑھے۔ بعض کتابوں میں دیکھا ہے کہ قریشی صاحب کی طرح ایک آدمی کی درود شریف کے متعلق یہی عادت تھی، تو اسکی انگلیاں شل ہو گئیں۔

دوم: عبارت مذکورہ بالا میں قریشی صاحب کی دوسری قابل اعتراض بات یہ ہے کہ قریشی صاحب نے شرف دامادی کا ۵۷ فیصدی حصہ بنو امیہ کو اور ۲۵ فیصدی حصہ بنو ہاشم کو حاصل ہونے کا ذکر کیا ہے تو اسکا صاف مطلب یہ ہے کہ بنو امیہ تین چوتھائی بنو ہاشم سے زیادہ شریف ہیں۔ تو ایک تو کسی اہل سنت کا یہ عقیدہ نہیں ہے اور دوسرا حدیث شریف کے بھی خلاف ہے۔ قریشی صاحب کو معلوم ہوگا کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ تمام انسانوں سے قریش افضل ہیں اور تمام قریش سے بنو ہاشم افضل ہیں۔ اس لئے اللہ تعالیٰ نے مجھے قریش اور بنو ہاشم میں پیدا فرمایا۔

سوم: قریشی صاحب کی تیسری قابل اعتراض چیز یہ ہے کہ انہوں نے کہا کہ حضرت سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا، حضرت علیؓ سے ناراض ہوئیں، تو آنحضرت ﷺ نے بہت ناگوار محسوس کیا اور قریشی صاحب نے دوسرے دو دامادوں کے متعلق شکر رنجی کا ذکر نہیں کیا تو اسکا مطلب یہ ہے کہ قریشی صاحب کے نزدیک دوسرے دو داماد ﷺ، حضرت علیؓ سے افضل ہیں اور یہ بھی عقیدہ اہل سنت کے خلاف ہے۔

چہارم: قریشی صاحب کی چوتھی لغزش یہ ہے کہ ایک گم یعنی گنتی ہے اور دوسرا کیف، قریشی صاحب نے کم کو کیف پر ترجیح دی ہے، حالانکہ اہل سنت کا یہ عقیدہ ہے کہ شرافت اور کیف کے لحاظ سے سیدہ فاطمہ بجز ایک دو استثناء تمام عورتوں سے افضل ہیں، تو شرف دامادی کے لحاظ سے صرف علیؓ تمام بنو امیہ سے افضل ہیں۔ باقی رہا دوسرے بنو ہاشم تو انکی شرافت تمام بنو امیہ پر ہے تو یہ اہل سنت کے مسلمات سے ہے کیف اور کم کے درمیان فرق عظیم کی

طرف علامہ اقبال مرحوم نے بھی اپنے ایک شعر میں لطیف اشارہ کیا ہے۔ علامہ مغربی جمہوریت کی مذمت کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔
 رائے کو کنا کرتے ہیں تو انہیں کرتے

یعنی مغربی جمہوریت والوں کے نزدیک گم اور گنتی معتبر ہے اور اہل اسلام کے نزدیک کیف اور شرافت اور علم و فضل اور تقویٰ معتبر ہے۔ قریشی صاحب نے بھی مغرب کا اتباع کر کے ۵۷ فیصدی اور ۲۵ فیصدی کی وجہ سے شرف و امادی پر اعتقاد کیا ہے۔ شاید قریشی صاحب اموی قریشی ہیں۔ اس لئے بنو امیہ کو بنو ہاشم پر ترجیح دے رہے ہیں۔ قریشی صاحب اپنے رسالہ کی ابتداء میں فرماتے ہیں: ”حقیقت یہ ہے کہ نہ تمام بنو امیہ مطلقاً قابل مذمت ہیں اور نہ تمام بنو ہاشم علی الاطلاق قابل تعریف“ قریشی صاحب نے حقیقت کو چھپانے کیلئے گول مول عبارت کا سہارا لیا ہے۔ ان پر لازم تھا کہ بنی امیہ کے قابل مذمت اور بنو ہاشم کے قابل مذمت افراد کی تصریح کرتے۔ بنی امیہ میں سب بڑا قابل مذمت تو بیزید خبیث ہے۔ اس کو تو قریشی صاحب نے صاحب روایت تابعی قرار دیا۔ اور حدیث قسطنطنیہ کا مصداق اور فقہی قرار دیا۔ پھر تو تمام بنی امیہ قابل تعریف قرار پائے۔

قریشی صاحب اپنے رسالہ کے صفحہ نمبر ۲ پر رقمطراز ہیں: ”پھر فتح مکہ کے دن حضرت ابوسفیان کے بابرکت گھر کے متعلق فرمایا: ”مَنْ دَخَلَ دَارَ أَبِي سُفْيَانَ فَهُوَ آمِنٌ“ حالانکہ حضرت عباس ہاشمی کا گھر بھی مکہ میں موجود تھا۔“

قریشی صاحب نے اس عبارت میں بھی بنو امیہ کو بنو ہاشم پر فضیلت کی سعی نامشکور کی ہے اور حضرت ابوسفیان رضی اللہ عنہ کو شرافت کے لحاظ سے حضرت عباس رضی اللہ عنہ پر ترجیح دی ہے جو کہ خلاف مذہب اسلام اور خلاف عقیدہ اہل السنۃ ہے۔ قریشی صاحب نے تجاہل عارفانہ کا مظاہرہ کیا ہے۔ حضرت ابوسفیان رضی اللہ عنہ کے گھر کے متعلق تو فرمایا: ”مَنْ دَخَلَ دَارَ أَبِي سُفْيَانَ فَهُوَ آمِنٌ“ اور حضرت عباس رضی اللہ عنہ ہاشمی کے گھر کے متعلق ایسا نہیں فرمایا تو قریشی صاحب کو معلوم ہونا چاہیے کہ حضرت ابوسفیان رضی اللہ عنہ ابتداء میں مؤلفۃ القلوب تھے تو آپ

رضی اللہ عنہ نے ابوسفیان رضی اللہ عنہ کے گھر کو امن کا گھر قرار دیا تاکہ اس عزت افزائی سے ان کے دل میں ایمان پختہ ہو جائے۔ بخلاف حضرت عباس رضی اللہ عنہ کہ وہ ابتداء سے پختہ ایمان والے تھے لہذا ان کے ایمان کو پختہ کرنے کی ضرورت نہ تھی تو اب حضرت عباس رضی اللہ عنہ کی ابوسفیان رضی اللہ عنہ سے برتری ثابت ہوئی، تو قریشی صاحب جو ثابت کرنا چاہتے ہیں۔ اس کا الٹ ثابت ہوا۔ نیز بندہ یہاں ایک اور حدیث قریشی صاحب کے گوش گزار کرتا ہے۔ بخاری شریف میں ہے کہ:

امیر عمر فاروق رضی اللہ عنہ حضرت عباس رضی اللہ عنہ کے توسل سے بارش طلب کرتے تھے کہ اے اللہ ہم تیرے نبی کے توسل سے بارش کی دعاء کرتے تو تو بارش برساتا تھا۔ اب ہم تیرے نبی کے چچا کے توسل سے بارش طلب کرتے ہیں تو ہم پر بارش برساتا تو اللہ تعالیٰ بارش برساتا تھا۔

قریشی صاحب یہ بتائیں کہ بنی امیہ سے کوئی ایسا آدمی ہے؟ جس کے توسل سے صحابہ کرام نے اللہ تعالیٰ سے بارش طلب کی ہو۔

ایک اور حدیث ملاحظہ ہو۔ اس حدیث کے راوی خود ابوسفیان رضی اللہ عنہ ہیں۔ صلح حدیبیہ کے موقع پر میں ملک شام گیا تو حضرت وحیہ کلبی رضی اللہ عنہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا خط لے کر ہرقل بادشاہ کے پاس گئے تو ہرقل نے اپنے آدمیوں سے پوچھا کہ جس آدمی نے نبوت کا دعویٰ کیا ہے۔ اسکی قوم سے یہاں کوئی آدمی ہے تو ہرقل کو کہا گیا کہ ہاں اس قوم کے بہت آدمی یہاں ہیں، تو ابوسفیان اور کنی اور قریش جو ابوسفیان کے ساتھ تھے۔ ان کو ہرقل کے سامنے پیش کیا گیا تو ہرقل نے ان کو خطاب کرتے ہوئے کہا کہ جس آدمی نے نبوت کا دعویٰ کیا ہے تم سے نسب کے لحاظ اس آدمی کا زیادہ قریبی کون ہے؟ ابوسفیان رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے ہرقل کو کہا کہ نسب میں، میں اس آدمی کا زیادہ قریبی ہوں تو ہرقل کے حکم سے مجھے آگے بٹھایا گیا اور دوسرے قریش میرے پیچھے بٹھائے گئے اور ہرقل نے ان قریش کو کہا کہ میں ابوسفیان سے اس آدمی کے متعلق جس نے نبوت کا دعویٰ کیا ہے، چند سوال دریافت

کروں گا اگر ابوسفیان مجھے جھوٹا جواب دے تو تم صاف کہہ دینا کہ یہ جھوٹ بول رہا ہے۔ اب ابوسفیان ؑ کے اپنے الفاظ یہ ہیں: "قَالَ أَبُو سَفْيَانَ وَآيَهُمُ اللَّهُ لَوْلَا مَخَافَةُ أَنْ يُؤْتَرَ عَلَى الْكَذِبِ لَكَذَبْتُ" ابوسفیان ؑ کے الفاظ کا معنی یہ ہے، کہ ابوسفیان ؑ اللہ تعالیٰ کی قسم اٹھا کر کہتے ہیں کہ مجھے یہ خوف تھا کہ اگر میں نے آنحضرت ﷺ کے متعلق سوالات کا جھوٹا جواب دیا تو میرے پیچھے بیٹھے ہوئے قریش صاف کہہ دیں گے کہ ابوسفیان جھوٹ بول رہا ہے اور پھر میں جھوٹا مشہور ہو جاؤں گا۔ اگر مجھے یہ خوف نہ ہوتا تو میں آنحضرت ﷺ کے متعلق ضرور جھوٹ بولتا۔ اب ہر قل نے ابوسفیان ؑ سے آنحضرت ﷺ کے متعلق دس سوال کئے اور ابوسفیان نے سب کے ٹھیک اور درست جواب دیئے۔ اگرچہ اسکی دلی خواہش جھوٹے جوابات کی تھی لیکن جھوٹا کہلوانے کے خوف سے ابوسفیان کو مجبوراً بولنا پڑا۔ ان سوالات میں سے آٹھواں سوال یہ تھا: "قَالَ فَهَلْ يَغْدِرُ قُلْتُ لَا وَنَحْنُ مِنْهُ فِي هَذِهِ الْمُدَّةِ لَا نَدْرِي مَا هُوَ صَانِعٌ فِيهَا قَالَ وَاللَّهِ مَا امْكُنْنِي مِنْ كَلِمَةٍ أَذْخِلُ فِيهَا شَيْئًا غَيْرَ هَذِهِ" خلاصہ سوال ہشتم اور اسکا جواب یہ ہے کہ ہر قل نے یہ سوال کیا کہ جس آدمی نے دعویٰ نبوت کیا ہے، اس نے کبھی دھوکا اور وعدہ خلافی کی ہے۔ ابوسفیان نے جواب دیا کہ اس نے کبھی وعدہ خلافی نہیں کی، لیکن ہمارے اور مدعی نبوت کے درمیان اب صلح حدیبیہ کا معاہدہ ہے ہم نہیں جانتے کہ وہ اس مدت معاہدہ میں کیا کرے گا؟ ابوسفیان کا مطلب یہ تھا کہ ہو سکتا ہے کہ اس مدت معاہدہ میں وہ غدر کرے۔ چونکہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کی اس احتمال غدر میں گستاخی تھی، اور طعن تھا کیونکہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام میں غدر کا احتمال ہی نہیں ہوتا۔ اس لئے ابوسفیان فرماتے ہیں کہ اور کسی سوال کے جواب میں کوئی گستاخانہ کلمہ داخل کرنا میرے لئے ممکن نہ تھا، البتہ اس سوال کے جواب میں مجھے موقع مل گیا اور میں نے یہ کلمہ داخل کر دیا۔

اب جناب قریشی صاحب سے التماس ہے کہ وہ بتائیں کہ سادات بنو امیہ کا یہی کمال ہے کہ انکی دلی خواہش یہ ہو کہ آنحضرت ﷺ کے متعلق سوالات کے جھوٹے جواب

دیں، لیکن مجبوراً کسی خوف کی وجہ سے ان کو بچ کر کہنا پڑے اور پھر جہاں موقع ملے تو گستاخانہ کلمہ داخل کر دیں۔

اب ایک اور حدیث ملاحظہ ہو: "عَنْ مُعَاوِيَةَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ: يَا مُعَاوِيَةُ إِنَّ وَلِيَّتْ أُمُورَ أَقَاتِي اللَّهُ وَأَعْدِلُ قَالَ فَمَا زِلْتُ أَظُنُّ إِلَيْنِ مُبْتَلًى بِعَمَلٍ لِقَوْلِي النَّبِيِّ ﷺ حَتَّى ابْتَلَيْتُ" رواہ احمد۔

خلاصہ یہ ہے کہ امیر معاویہ ؓ فرماتے ہیں۔ کہ رسول اللہ ﷺ نے مجھے فرمایا کہ اے معاویہ اگر تجھے کسی کام کا والی بنایا جائے تو اللہ تعالیٰ سے ڈر اور عدل و انصاف کر۔ امیر معاویہ ؓ فرماتے ہیں کہ چونکہ آپ ﷺ نے فرمایا۔ لہذا مجھے یقین ہو گیا کہ میں کسی کام میں ضرور مثلاً ہونگا تا آنکہ میں مثلاً ہو گیا۔

شیخ محقق شاہ عبدالحق محدث دہلوی رحمہ اللہ تعالیٰ نے لمعات میں اس حدیث کے ماتحت فرمایا کہ آنحضرت ﷺ نے امیر معاویہ ؓ کو ولایت کی پیش گوئی فرمائی اور تقویٰ اور عدل کا امر فرمایا اور امیر معاویہ ؓ نے اپنے نفس کو تقویٰ اور عدل سے قاصر سمجھا اس لئے اس ولایت کو ابتلاء سے تعبیر کیا اور آنحضرت ﷺ کو بذریعہ وحی معلوم ہوا کہ امیر معاویہ ؓ کو ولایت حاصل ہوگی، لہذا حدیث میں مذکور لفظ ظن سے مراد جزم ہے۔

اب ایک اور حدیث شریف ملاحظہ ہو:

"عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ تَعَوُّذُوا بِاللَّهِ مِنْ رَأْسِ السَّبْعِينَ وَآخِرَةِ السَّبْعِينَ" رواہ احمد۔

خلاصہ یہ کہ رسول اللہ ﷺ نے اپنے صحابہ کو فرمایا کہ ستر کے سر سے اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگو اور نو عمر لڑکوں کی امارت سے پناہ مانگو۔ علامہ ملا علی قاری رحمہ اللہ تعالیٰ نے مرقاۃ میں فرمایا کہ زائس سبعین سے اس فقہ کی طرف اشارہ ہے جو سبعین کے ابتداء سے شروع ہوگا اور سبعین سے مراد یا تو ہجری ہے یا آنحضرت ﷺ کی وفات کے بعد بہر حال داس السبعین سے مراد واقعہ کربلاء ہے جو کہ یزید کی امارت میں واقع ہوا نیز علامہ ملا علی قاری نے

مرقاۃ میں فرمایا کہ من امارۃ الصبیان سے مراد من حکومتی الصغار الجہال کنیزید بن معاویۃ واولاد حکم بن مروان و امثالہم قیل راہم النبی ﷺ فی منامہ یلعبون علی منبرہ علیہ الصلوۃ والسلام۔ مرقاۃ

خلاصہ عبارت یہ ہے کہ امارۃ الصبیان جس سے پناہ مانگنے کا حکم دیا گیا ہے اس سے مراد صغار جہلاء کی حکومت ہے۔ مثل یزید بن معاویہ اور حکم بن مروان کی اولاد اور ان کی مثالیں، کہا گیا کہ آنحضرت ﷺ نے یزید وغیرہ کو خواب میں دیکھا کہ آپ کے منبر پر کھیل رہے ہیں۔

جناب قریشی غور کریں کہ آپ نے اس سبب سے یعنی واقعہ کربلاء سے پناہ مانگنے کا حکم فرمایا جو کہ یزید کی امارت میں واقع ہوا اور نیز آنحضرت ﷺ نے امارۃ الصبیان سے بھی پناہ مانگنے کا حکم فرمایا جس سے مراد بالاصالۃ یزید اور حکم بن مروان کی اولاد اور دوسرے بنو امیہ ہیں تو جن لوگوں کی آنحضرت ﷺ نے مذمت فرمائی اور ان کے فتنوں اور انکی امارۃ سے پناہ مانگنے کا حکم دیا اور جو نالائق آنحضرت ﷺ کے منبر پر کھیلتے ہیں اور آپ ﷺ نے ان کو اپنے منبر پر کھیلتے دیکھا ہے اور ان فتنہ سازوں کا سرکردہ یزید خبیث ہے۔

قریشی صاحب اس یزید کی تعریف میں زمین و آسمان کے قلابے ملا رہے ہیں اور اسکو فقیہ اور صاحب روایت اور محدث قرار دے رہے ہیں اور حدیث قسطنطنیہ کا مصداق ٹھہرا رہے ہیں۔ کوئی اہل سنت ایسا نہیں کہہ سکتا، بلکہ یہ طریقہ خوارج اور دشمنان اہل بیت رسول ﷺ کا ہے۔ حیرت ہے کہ یزید کی مذمت میں جو احادیث وارد ہیں۔ جناب قریشی صاحب ان سے کیوں غافل ہیں؟ اور یزید کے اعوان و انصار میں داخل ہونکی کوشش کر رہے ہیں اور ان کا میلان یزید خبیث کی طرف ہے۔

اب ایک اور حدیث شریف یزید کی مذمت میں ملاحظہ فرمائیں:

”عن ابی ہریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال حَفِظْتُ مِنْ رَسُولِ اللّٰهِ ﷺ وَغَائِبٍ فَاَمَّا اَخَذَهُمَا فَبَشَّهْ فِیْکُمْ وَاَمَّا اَخْرَ قُلُوْ بَشَّهْ فُطِعَ هَذَا الْبَلْعُومُ یَعْنِیْ مَجْرِی

الطَّعَامِ رواہ البخاری۔“ خلاصہ عبارت یہ ہے کہ حضرت ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے آنحضرت ﷺ سے دو برتن محفوظ کئے ہیں۔ ان سے ایک برتن تو میں تم میں پھیلا دیا ہے اور اگر دوسرا برتن پھیلاؤں تو میری وہ رگ کاٹ دی جائے، جس سے طعام پیٹ میں جاتا ہے۔ شیخ محقق علی الاطلاق شاہ عبدالحق محدث دہلوی نے اپنی شرح لغات میں اس حدیث شریف کی شرح میں فرمایا کہ دو برتنوں میں دو احتمال ہیں اور دونوں حق ہیں۔ دوسرے احتمال کے متعلق فرمایا:

”اَرَادَہُ اَخْبَارُ الْفِتَنِ وَ قَسَادُ الْبَدَنِ عَلٰی اَبْدَا غَیْلَمَہُ مِنْ قُرَیْشٍ وَ کَانَ اَبُوْ هُرَیْرَہُ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ یُکْتَبِیْ عَنْ بَعْضٍ وَلَا یُصْرَحُ بِہِ خَوْفًا عَلٰی نَفْسِہِ کَقَوْلِہِ اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنْ اِمَارَۃِ الصَّبِیَّانِ یُشِیْرُ اِلٰی اِمَارَۃِ یَزِیْدِ بْنِ مُعَاوِیَۃَ لِاَنَّہَا کَانَتْ سَنَۃً سَبْعِیْنِ فَاسْتَجَابَ اللّٰہُ تَعَالٰی دُعَاۃَہُ فَمَاتَ قَبْلَہَا بِسَنَۃٍ (لغات)

یعنی حضرت ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ نے خوف کی وجہ سے جس برتن کو لوگوں کے سامنے نہیں پھیلا یا، اس سے مراد وہ فتنے اور دین کا فساد ہے جس کی خبریں آنحضرت ﷺ نے حضرت ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ کو دیں اور وہ خبریں اتنی زیادہ تھیں کہ حضرت ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ نے پورا ایک برتن بھر لیا۔ اور ان فتنوں اور فساد دین کا تعلق بنو امیہ اور قریش کے چند غنڈے نو جوانوں سے تھا اور حضرت ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ کو ان نو جوان قریش کے غنڈوں سے جان کا خطرہ تھا، اس لئے ان فساد یوں کے صراحت کے ساتھ نام نہیں لیتے تھے بلکہ کنایہ کرتے تھے۔ اس عبارت سے پتہ چتا ہے کہ حضرت ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ کو بنو امیہ کے ان غنڈوں کے نام تک معلوم تھے لیکن صراحت سے ان کے نام نہیں لیتے تھے، کیونکہ ان کو ان غنڈوں سے جان کا خطرہ تھا۔ بلکہ حضرت ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ ان غنڈوں کو بطریق کنایہ ذکر کرتے تھے۔ مثلاً یہ کہتے: ”اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنْ اِمَارَۃِ الصَّبِیَّانِ“ اے اللہ میں تیری طاقت کے ساتھ غنڈے نو جوانوں کی امارت سے پناہ مانگتا ہوں اور اس سے انکی مراد یزید بن معاویہ تھا کیونکہ یزید کی امارت ۶۰ ہجری میں تھی اور حضرت ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ یزید کی امارت سے ایک سال قبل یعنی ۵۹ ہجری میں وفات پا گئے۔

تو اللہ تعالیٰ جل شانہ نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی دعا قبول فرمائی اور یزید غنڈے کی امارت سے اللہ تعالیٰ جل شانہ نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کو پناہ دی۔

اب بندہ پھر جناب قریشی صاحب سے نہایت ادب کے ساتھ گزارش کرتا ہے کہ یزید اور بنو امیہ کے دوسرے غنڈے جن سے اور جن کی امارت سے اور جن کے فتنے و فساد سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی امت اور صحابہ کو کئی سال پہلے خبر دی اور فرمایا: ان غنڈوں کے فتنے اور فساد اور امارت سے پناہ مانگو اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کے مطابق اللہ تعالیٰ سے یزید کی امارت سے پناہ کی دعاء کی اور پھر یہ دعا قبول ہوئی۔

قریشی صاحب اس فاسق فاجر ظالم کو محدث اور فقیہ اور جنگ قسطنطنیہ کا کمانڈر اور مصداق قرار دیتے ہیں اور ایک بڑے بدعتی کی تعظیم اور توقیر کر کے دین کے محل کو گرا رہے ہیں، کیونکہ حدیث شریف میں ہے کہ اہل بدعت کی تعظیم و توقیر کرنے والا دین کو گرا رہا ہے۔ اور پھر تعجب ہے کہ بنو امیہ کے ان غنڈوں کو جن کی طرف حدیث شریف میں اشارہ ہے۔ قریشی صاحب ان غنڈوں کو سادات بنی امیہ سے تعبیر کر رہے ہیں۔ تصویر کا دوسرا رخ یہ ہے جو اس فقیر نے بیان کیا ہے۔ نہ وہ جو کہ قریشی صاحب نے رقم فرمایا۔ قریشی صاحب اپنے رسالہ کے صفحہ نمبر ۶ پر قطر از ہیں۔ ”یزید صاحب روایت تابعی تھے۔ یزید نے اپنے والد حضرت معاویہ سے روایت کی ہے۔

اس عبارت میں جناب قریشی صاحب نے یزید کی روایت کا ذکر کیا ان پر لازم تھا کہ روایت کا ذکر سند کے ساتھ کرتے، نیز قریشی صاحب نے یہ نہیں بتایا کہ روایت سے کیا مراد ہے۔ اگر روایت سے مراد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث کی روایت ہے تو حاشا دیکھا یہ جھوٹ محض ہے اور اگر روایت سے مراد قصہ اور کہانیوں کی روایت ہے تو بندہ کو اس پر اعتراض نہیں ہے، لیکن اس روایت سے یزید فقیہ محدث، تابعی نہیں بن سکتا۔ مزید برآں بندہ قبل ازیں مستند حوالہ سے ذکر کر چکا ہے کہ یزید کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کے ساتھ ایمان نہیں تھا تو اب یزید کے محدث اور صاحب روایت تابعی ہونے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ اسکی مثال یہ ہے

کہ اگر قریشی صاحب ابو جہل اور ابولہب وغیرہ کفار کو محدث صاحب روایت صحابی قرار دیں۔ قریشی صاحب کو کون روک سکتا ہے؟ البتہ یہ ہو سکتا ہے کہ یزید کسی موضوع حدیث کا راوی اور یہ حدیث اس نے خود وضع کر کے اپنے والد حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی طرف منسوب کی ہو۔

قریشی صاحب نے مذکورہ بالا عبارت گول مول ذکر کر کے قارئین کو دھوکا دیا ہے۔ جو کہ ان کے لئے مناسب نہیں تھا۔ قریشی صاحب اپنے رسالہ کے صفحہ نمبر ۶ پر تحریر فرماتے ہیں: ”بقول امام ابن حجر عسقلانی وہ بالاتفاق غزوۃ قسطنطنیہ کا کمانڈر تھا۔“ بندہ کو قریشی صاحب پر حیرت ہے کہ انہوں نے مذہب شافعی کی کتاب ”فتح الباری“ کا مطالعہ تو کر لیا لیکن عینی شرح بخاری جو کہ حنفی مذہب کی مستند کتاب ہے۔ اسکا مطالعہ کیوں نہیں کیا؟ بندہ کے نزدیک کئی ابن حجر جو کہ متعصب شافعی ہیں۔ علامہ عینی کا مقابلہ نہیں کر سکتے۔ جو کہ منصف حنفی ہے۔

اب بندہ قریشی صاحب سے پوچھتا ہے کہ آپکی یزید کے کمانڈر ہونے سے کیا مراد ہے اگر محض ایک فوج کا سردار مراد ہے تو اس میں کیا فضیلت ہے؟ فوج کا کمانڈر تو ابو جہل بھی تھا اور اگر کمانڈر سے مراد وہ ہے جس کیلئے حدیث قسطنطنیہ میں بشارت ہے تو یہ بالکل ناممکن ہے۔ کہ اس فوج کا کمانڈر یزید تھا۔ علامہ عینی نے اس حدیث کے تحت تصریح کی ہے کہ یزید فاسق فاجر اس کا مصداق کیسے ہو سکتا ہے؟ وہ کمانڈر ایک اور نیک بخت تھا۔ قریشی صاحب شرح عینی کا مطالعہ فرمائیں تو بندہ کے معروض کی تصدیق ہو جائے گی۔

قریشی صاحب اپنے رسالہ کے صفحہ نمبر ۶ پر قطر از ہیں۔ ”یزید صحابی نہ تھا، نہ ہاشمی تھا، نہ اہل بیت سے تھا، اگر صحیح روایت سے اس کا فسق ہی نہیں بلکہ کفر تک ثابت ہو جائے تو ہمارے سر آنکھوں پر۔ ہم نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ہاشمی چچا ابولہب کا کفر

۱۔ حدیث قسطنطنیہ پر تفصیلی گفتگو ”خطبات محرم“ از حضرت فاضل طویل مولانا علامہ جلال الدین احمد امجدی رحمہ اللہ تعالیٰ میں

جب تسلیم کر لیا ہے تو اموی یزید اہل سنت کا کیا لگتا ہے کہ وہ یزید کا کفر تسلیم نہ کریں۔ بشرطیکہ اس کا کفر صحیح روایات سے ثابت ہو سکے۔

بندہ اس عبارت پر قریشی صاحب کو ہدیہ تبریک پیش کرتا ہے اور یہ دعا دیتا ہے:

عمرت دراز باد چہ خوش گفتی

قریشی صاحب یزید کے متعلق دو چیزوں کا صحیح روایات سے ثابت ہو نیکا مطالبہ کیا ہے۔ بندہ نے اپنے علم کے مطابق یزید کے متعلق تین چیزوں کا مستند دلائل سے اثبات کیا ہے۔ اول: یزید کا فسق و فجور اور ظلم اور خباثت۔

دوم: اس کا کفر۔ اور سوم: اس پر شخصی لعنت۔ یہ تینوں امر دلائل عقلیہ نقلیہ سے ثابت کیے گئے ہیں۔ اگر قریشی صاحب بندہ کے دلائل سے مطمئن ہو جائیں تو فیہا جھگڑا ختم۔ اور اگر وہ مطمئن نہ ہوں تو پھر بندہ کے دلائل سے زیادہ مستند دلائل سے بندہ کو مطمئن کریں۔ و ما توفیقی الا باللہ العلیٰ العظیم۔

اب آخر میں بندہ بنو امیہ اور بنو عباس کے سلاطین اور خلفاء کا مختصر ذکر کرتا ہے۔

بنو امیہ کی سلطنت حضرت امیر معاویہ سے شروع ہو کر مروان بن مروان بن حکم پر جا کر ختم ہو جاتی ہے۔ یہ تمام چودہ خلفاء ہیں۔ ان میں تیسرا خلیفہ یزید کا بیٹا ہے۔ اس کا نام بھی دادا کے نام پر معاویہ ہے۔ یہ بڑا صالح انسان تھا۔ صرف چالیس دن خلیفہ رہا اور پھر خلافت سے دست بردار ہو گیا اور یہ کہا کہ یہ ظلم کی حکومت ہے۔ میں اس سے دست بردار ہوتا ہوں۔ یہ محبت اہل بیت تھا اور اپنے باپ یزید کو ظالم کہتا تھا۔ یہ چالیس دن کے بعد جلد ہی فوت ہو گیا اور مروان بن حکم امیر مقرر ہوا۔ جو اچھا آدمی نہ تھا اور پھر آٹھویں خلیفہ حضرت عمر بن عبدالعزیز تھے۔ یہ مروان بن حکم کے پوتے تھے۔ یہ بہت بڑے محدث اور مجتہد اور متقی اور عادل تھے۔

بنو امیہ کے بعد بنو عباس کی خلافت کا دور آیا۔ بنو عباس کے کل خلفاء ستائیس ہیں۔

یہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کی اولاد سے ہیں۔

ان کا اول عبداللہ اسحاق اور آخری مقتصد باللہ اور اسکو تاری کفار نے قتل کیا اور خلافت اسلامیہ ختم ہوئی۔ بنو امیہ اور بنو عباس دونوں کی خصوصیت یہ ہے کہ یہ دونوں تمام عالم اسلام کے حاکم اور خلیفہ تھے۔ ان کے مقابلہ میں کوئی مستقل مسلمان بادشاہ نہیں تھا۔ بنو عباس کی خلافت ۱۵۰ ہجری کو ختم ہوئی۔ ان کے بعد تمام عالم اسلام کا کوئی باشرائط خلیفہ نہیں ہوا۔ اور اب تک امت اسلامیہ باشرائط خلیفہ سے محروم چلی آ رہی ہے۔

اب بندہ آخر میں حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کے مناقب اور یزید کے سوانح ذکر کرتا ہے۔ حسین آپ کا علم اور نام ہے اور عبداللہ آپ کی کنیت ہے۔ آپ ۱۰ ہجری جمعہ کے دن دسویں محرم کو کوفہ کے نزدیک فرات کے کنارے شہید ہوئے اور آپ رضی اللہ عنہ کی عمر شریف پچاس سال اور چند ماہ تھی۔ آپ رضی اللہ عنہ مدینہ منورہ میں تقریباً چھ شعبان ۶۰ ہجری کو پیدا ہوئے اور آپ رضی اللہ عنہ کی شہادت کے دن آسمان سیاہ ہو گیا اور خون کی بارش برسی اور جن لوگوں نے آپ رضی اللہ عنہ کے ساتھ جنگ کی اور آپ رضی اللہ عنہ کو شہید کیا وہ مصائب اور قبیح موت میں مبتلا ہوئے اور آپ رضی اللہ عنہ کے ساتھ جنگ کا متولی عبداللہ بن زیاد امیر کوفہ تھا اور لشکر کا کمانڈر عمرو بن سعد تھا اور لشکر کی تعداد چھ ہزار نفوس پر مشتمل تھی، اور شہید کرنے والا شمر تھا۔ پھر مسلمانوں نے ان سے حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کا انتقام لیا اور کوفہ پر قبضہ کر لیا اور موصل فرات کے کنارے عاشوراء کے دن عبداللہ بن زیاد کے ساتھ لڑائی کی اور اس کو قتل کیا اور عبداللہ بن زیاد کے قاتل کا نام ابراہیم بن الاشتر تھا اس ابراہیم نے ابن زیاد کا سر مختار بن ابی عبید ثقفی کو بھیجا اور مختار نے وہ سر ابن زبیر کو بھیجا اور ابن زبیر نے وہ سر سیدنا علی زین العابدین کو بھیجا۔ جب ابن زیاد قتل ہوا تو مجمع عام میں ایک سانپ ظاہر ہوا اور کئی بار ابن زیاد کے منہ اور ناک میں داخل ہوا اور پھر مسلمانوں نے عمرو بن سعد اور شمر کو بھی نہایت قبیح طریقہ سے قتل کیا۔ سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کے یہ نہایت مختصر سوانح ہیں۔ یہ سوانح بندہ نے ہر اس شرح شرح المعقائد سے نقل کیے ہیں۔

اب ہر اس سے یزید کے نہایت مختصر حالات بیان کئے جاتے ہیں۔ یزید مختلف

روایات کے مطابق ۲۵ یا ۲۶ یا ۲۷ ہجری کو امیر عثمان رضی اللہ عنہ کی خلافت کے اخیر میں پیدا ہوا۔

اور اپنے والد کی وفات کے بعد تین سال چند ماہ ملک پر حکومت کی اور اہل شیعہ نے جو یہ حکایت کی ہے کہ آنحضرت ﷺ نے یزید کو دیکھا اور فرمایا کہ یہ دوزخی ہے۔ یہ حکایت موضوع ہے۔ کیونکہ آنحضرت ﷺ کے وصال کے بہت بعد یزید پیدا ہوا ہے۔ البتہ یزید سے بری باتیں روایت کی گئی ہیں کہ وہ فاسق و فاجر تھا اور سب سے بڑھ کر وہ برا رویہ ہے جو کہ اس نے اہل بیت ﷺ کے ساتھ کیا۔

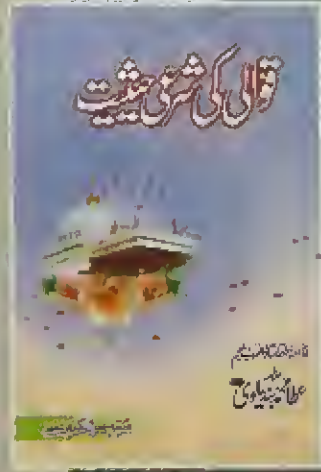
اب بندہ اس مضمون کو ختم کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ سے دعا کرتا ہے کہ برکت اور بتوسل اہل بیت رسول ﷺ مولیٰ تعالیٰ اس مضمون کو قبول فرمائے اور اس فقیر اور اس کے اہل و عیال اور احباب کو دارين میں کامران فرمائے۔ آمین یا رب العالمین ہو حمتک یا ارحم الراحمین۔

المحرر فقیر عطاء محمد چشتی گولڑوی غفری عنہ

بروز جمعرات ۱۲ شوال ۱۴۱۲ھ

مطابق ۱۶ اپریل ۱۹۹۲ء

جمالِ رم



- پیارے نبی کی پیاری دعائیں
- اہلسنت و جماعت حقیقت کے آئینے میں
- غائبانہ نمازِ حجازہ پانچویں
- نماز کے بعد دعائی فضیلت

مکتبہ جمالِ کرم
9. مرکز انویس، روزگار مارکیٹ، قلعہ
☎ 042-7324948
☎ 0300-4205906